تعلیم الایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صفاتِ الٰہی

سمیع، بصیر، علیم وخبیر

میں غور وفکر کا طریقہ

مصنف

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

(صدر شعبۂ تخصص والدعوہ، دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)

ناشر: عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اَلسَّمِيۡعُ"

اللہ تعالیٰ سمیع ہے

پیارے بچّو! اللہ تعالیٰ سمیع ہے۔ سمیع کے معنی ہیں "سُننے والا"۔ یہ اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے اور قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر انسانوں کو بار بار احساس دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے، سب کچھ سُننے والا ہے۔ تم کہو گے کہ ہم بھی سنتے ہیں، تمام جاندار بھی سنتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی سمیع ہیں، مگر ہمارا اور تمام مخلوقات کا سُننا حقیقی سُننا نہیں کہلاتا، مخلوقات کا سُننا ناقص ہے حقیقی اور صحیح سُننا تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ جیسا سنتا ہے کوئی دوسرا اس کی طرح نہیں سُن سکتا۔ سُننے میں کوئی اُسکی مثل نہیں، ویسے وہ اپنی ہر صفت میں یکتا اور تنہا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ ہی اکیلا سمیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کو سمیع مان کر ایمان لانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے سُننے کو مخلوقات کے سُننے سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور نہ اللہ تعالیٰ کے سُننے کو مخلوقات کے سُننے سے سمجھایا جاسکتا ہے، خالق کے سُننے میں اور مخلوقات کے سُننے میں کوئی مشابہت ہی نہیں، زمین آسمان کا فرق ہے۔

مخلوقات کے سُننے پر ذرا غور کرو: مخلوقات کے سُننے میں نقص ہی نقص موجود ہے۔ تمام جانداروں کو سُننے کی جو طاقت ملتی ہے وہ اُنکی اپنی ذاتی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دَین ہوتی ہے۔ جانداروں کے سُننے میں یہ نقص ہیکہ تمام جاندار بغیر کان کے سُن نہیں سکتے کان میں پَردہ نہ ہو تو بہرے رہتے ہیں یا پَردہ پھٹ جائے تو سُننا ختم ہوجاتا ہے۔ غرض یہ کہ تمام جاندار کانوں کے محتاج ہی محتاج ہوتے ہیں تب ہی سُن سکتے ہیں۔

ذرا غور کرو کہ اِنسان بچپن سے بوڑھاپے تک کم زیادہ سُنتے اور بوڑھاپے میں تو بعض اونچا سُنتے اور بہرے بھی ہوجاتے ہیں۔ اکثر بوڑھے سُنتے کچھ ہیں اور سمجھتے کچھ ہیں۔

مخلوقات کے سُننے میں یہ بھی خرابی ہیکہ بعض اوقات غلط بھی سُنتے اور غلط سن کر معنیٰ مطلب بھی غلط نِکال لیتے ہیں کبھی پوری پوری بات نہیں سُنتے، کچھ سنتے اور کچھ نہیں سُنتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوتا ہیکہ پوری بات نہیں سُنی۔ پھر اُنکے سُننے میں یہ بھی بہت بڑی خرابی ہیکہ جتنی باتیں سُنتے ہیں وہ پوری کی پوری سمجھ نہیں سکتے، کچھ سمجھتے اور کچھ نہیں سمجھتے ہیں یا پھر پوری کی پوری بات یاد نہیں رکھ سکتے۔ اِسکی زندہ مثال تعلیم حاصل کرنے والے بچّوں کی ہے جو ایک ہی جماعت میں ایک لکچر سُنتے ہیں مگر ہر بچّے کا سمجھنا ایک ہی معیار کا نہیں ہوتا۔ تقریر، وعظ اور اجتماعات میں بھی لوگ تقریریں سُنتے ہیں مگر سمجھنے کا معیار الگ الگ ہوتا ہے اور سُن کر پوری بات بتلا نہیں سکتے۔

مخلوقات کا سُننا اتنا محدود ہوتا ہیکہ دور کی آواز بغیر آلہ کے سن نہیں سکتے۔ ٹیلی فون خراب ہوجائے تو سن نہیں سکتے، اپنی آواز دور تک بغیر مائک کے پہنچا نہیں سکتے۔ مائک خراب ہوجائے تو دو تین سو گز سے آگے اپنی آواز پہنچا نہیں سکتے۔ بہت ہی آہستہ بھی سُن نہیں سکتے، بہت زیادہ زوردار آواز بھی سُن نہیں سکتے۔ چنانچہ کانوں کی کھوس پوس سُن نہیں سکتے۔ بجلی کی گرجدار آواز سے گھبرا جاتے ہیں باجے، ہوائی جہاز اور ریل کی سیٹی کی اونچی آواز سے کانوں میں تکلیف اور دَرد محسوس کرتے ہیں، گھر کے اندر اور بند کمرے کی آواز، گھر کے باہر نہ سن سکتے ہیں اور نہ سنا سکتے ہیں، کوئی چیز آڑے آجائے تو سن نہیں سکتے۔ مخلوقات کے سُننے میں یہ مجبوری محتاجی ہیکہ وہ ایک ہی وقت میں ایک ہی فرد کی بات سن کر سمجھ سکتے ہیں اور کئی افراد کی کئی باتیں سن کر سمجھ نہیں سکتے۔ انسان سننے میں اپنی توجہ صرف ایک ہی سمت دے سکتا ہے چاروں سمت نہیں دے سکتا۔

تمام مخلوقات میں انسان جو سب سے عمدہ سُن سکتا ہے اسکا حال یہ ہیکہ وہ صرف

انسانوں ہی کی بولی سن کر سمجھ سکتا ہے۔ دوسری مخلوقات کی بولی سن کر سمجھ نہیں سکتا۔ پھر اسکی یہ بھی کمزوری اور محتاجی ہیکہ وہ جس زبان کی بولی کو جانتا ہے اُسی کی حد تک سمجھ سکتا ہے۔ دوسری مخلوقات کی بولی تو دور کی بات ہے خود انسانوں کی دوسری بولی سن کر سمجھ نہیں سکتا۔ ہر جاندار صرف اپنی اپنی جنس کی بولی سُن کر سمجھ سکتا ہے، دوسرے جنس کی بولی سن کر سمجھ نہیں سکتا۔ مخلوقات سُننے میں اُن چیزوں ہی کو سُن سکتے ہیں جنکا تعلق آواز سے ہے۔

صرف آواز کا سننا حقیقت میں سننا نہیں کہلاتا بلکہ سن کر سمجھنا حقیقی معنیٰ میں سننا کہلاتا ہے۔ انسان کیڑے مکوڑے اور چیونٹی کی آواز تو براہِ راست اپنے کانوں سے سن بھی نہیں سکتا۔ نیند، موت اور بیہوشی کی حالت میں سن ہی نہیں سکتا۔ غرض یہ کہ مخلوقات کا سننا ناقص ہی ناقص اور محدود ہے۔ ہم یہاں مخلوقات کے سُننے کو اسلئے سمجھا رہے ہیں کہ انسانوں کے نزدیک سننے کا جو محدود تصوّر ہے اسکو وہ سمجھیں اور مخلوقات کے سننے کی حقیقت کو جانیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے سُننے اور مخلوقات کے سُننے کے فرق کو سمجھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے سُننے پر ذرا غور کرو:۔ پیارے بچّو! اللہ تعالیٰ کا سُننا مخلوقات کے سُننے کی طرح نہیں۔ اُسکے سُننے پر غور کیا جائے تو تم کو حیرت ہی حیرت ہوگی اور تم حیران رہ جاؤگے، کہ یہ کیسا عجیب سننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سننے کی کیفیت اگر سمجھ میں آجائیگی، تو پھر اللہ واحد کی کوئی تصویر ہی تمہارے ذہن میں پیدا نہیں ہوسکتی اور تم پُکار اُٹھو گے کہ اللہ تعالیٰ جیسا سُننا کِسی کا نہیں، اُسکی مثل اور مثال کوئی نہیں۔ وہ سُننے میں اکیلا ہی اکیلا ہے وہ ذات ہی ایسی ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سُننا اُسکا اپنا ذاتی اور حقیقی ہے، اسکو کسی نے سننے کی طاقت عطا نہیں کی، اسکے سُننے میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی اور نہ اس پر کبھی بہرہ پن آتا ہے، وہ اس قسم کی تمام خرابیوں سے پاک ہے، سُبحان اللہ۔ اس میں کمال ہی کمال ہے۔ وہ رات میں بھی سُنتا ہے، دن میں بھی سُنتا ہے۔ وہ دُور اور میلوں دُور کی آواز بھی سُنتا ہے، زوردار آواز کو

بھی سُنتا ہے اِسکو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور بالکل آہستہ چپکے چپکے کی باتوں اور کانوں کی کھوس پوس کو بھی سُنتا ہے۔ یہاں تک کہ دلوں کی دھڑکنوں کو بھی سُنتا ہے۔

اس میں یہ کمال ہیکہ ایک ہی وقت میں ہزاروں لاکھوں مخلوقات کی بات سُنتا اور سمجھتا ہے۔ وہ انسانوں کی پُکار، چرند، پرند کی پُکار، حشراتُ الارض کی پُکار، درندوں کی پُکار، چوپایوں کی پُکار، فرشتوں کی پُکار، جِنّوں کی پُکار، زمین و آسمانوں کی پُکار، سورج، چاند، ستاروں کی فریاد، غرض کائنات کے ذرّہ ذرّہ کی پُکار کو ایک ہی وقت اور ایک ہی ساتھ سُنتا اور سمجھتا ہے اور تمام مخلوقات کی فریادیں سنکر اُنکی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ غور کرو اللہ تعالیٰ کا سُننا کیسا عجیب سُننا ہے۔ کیا ایسا کوئی دوسرا ہے، جو اِسطرح سُنے؟ تم ضرور کہوگے کہ بیشک اُس جیسا سننے والا کوئی دوسرا نہیں وہی اکیلا یہ کمال رکھتا ہے۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ**۔ اسلئے کہ ہر قسم کی خوبیوں اور کمالات والا وہی اکیلا ہے۔

پھر یہ بھی غور کرو کہ اسکو سُننے کیلئے مخلوقات کی طرح چمڑے کے کان نہیں چاہیے اور نہ کان کا پَردہ چاہیے وہ سُننے میں کانوں کا محتاج نہیں، سُبحان اللہ وہ تو بے عیب ہے۔ کان تو اُسکی پیدا کردہ مخلوق اور غلام ہے، آواز اسکی پیدا کردہ مخلوق اور غلام ہے، بھلا وہ کیا اپنی پیدا کردہ مخلوق کا محتاج رہیگا؟ نہیں اُسکو کسی کی مدد کی ضرورت ہی نہیں۔ سُبحان اللہ (وہ ہر قسم کی مجبوریوں اور محتاجیوں سے پاک ہے)

اُسکی پیدا کردہ مخلوقات دو قسم کی ہیں۔ ایک آواز والی مخلوق، دوسری بغیر آواز والی مخلوق۔ آواز والی مخلوق سے مُراد انسان، جانور وغیرہ ہیں اور بغیر آواز والی مخلوق سے مُراد ہوا پانی زمین درخت وغیرہ ہیں، اُسکو تو اِن دونوں کی پُکار سُنتا ہے اور اُنکی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، اُسکو اپنی مخلوقات کی پُکار اور فریاد سُننے کیلئے نہ ٹیلیفون چاہیے نہ وائرلیس چاہیے نہ کوئی ٹی وی اور ریڈیو چاہیے اور نہ کوئی اور آلہ چاہیے۔ وہ بغیر آلے اور بغیر کانوں کے ایک ہی وقت میں کائنات کی ہزاروں لاکھوں کروڑوں مخلوقات کی پُکار اور فریاد اور دعاؤں کو سُنتا ہے اور اُنکی حاجتوں اور ضرورتوں کو پوری فرماتا ہے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ**

جانداروں کے کان بغیر ہوا کے کام نہیں کر سکتے یعنی بغیر ہوا کے سُن نہیں سکتے، اُنکی بات ایک دوسرے کو ہوا کے ذریعہ کانوں تک پہونچتی ہے، اُنکے کانوں سے ہوا کی لہریں ٹکراتی ہیں تب ہی وہ سُنتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہواؤں میں ہے، خلاؤں میں ہے، زمین کے اُوپر ہے، زمین کے اندر ہے، آسمانوں میں ہے، سمندروں اور سمندروں کی تہہ میں ہے۔ ذرا غور کرو ہر جگہ ہوا موجود نہیں۔ اُسکو تو اپنی ہر مخلوق کی آواز اور فریاد سُننا ہے اللہ تعالیٰ ہوا کا محتاج نہیں۔ ہوا تو اُسکی پیدا کردہ مخلوق ہے۔ وہ بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے خلاؤں کی مخلوق، ہواؤں کی مخلوق، زمین کی مخلوق، آسمانوں کی مخلوق، سمندروں کی مخلوق، زمین کے اندر کی مخلوق، سب کی سُنتا ہے۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰه**۔ اُس جیسی قدرت کسی میں نہیں، اس میں کمال ہی کمال ہے۔

اُس نے زمین کے مختلف خطے بنائے پھر ہر خطے اور علاقے کے لوگوں کی بولیاں اور زبان الگ الگ رکھی، کسی کی اُردو، کسی کی انگریزی، کسی کی جاپانی، کسی کی عربی، کسی کی فارسی، کسی کی چینی، کسی کی ٹامل، کسی کی ملیالی، کسی کی تِلگو وغیرہ وغیرہ۔ پھر نہ صرف انسانوں کی بولیاں بلکہ پرندوں، چرندوں اور چوپایوں میں ہر جنس کی الگ الگ بولیاں رکھیں سُننے کیلئے یہ بھی ضروری ہیکہ ہر مخلوق کی بولی سے واقف ہو، کائنات میں سوائے اللہ کے کوئی دوسرا نہیں جو فرشتوں سے لیکر انسانوں تک اور مچھرّ سے لیکر چیونٹی تک یعنی تمام مخلوقات کی بولیوں سے واقف ہو۔ وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر مخلوق کی بولی سے واقف ہے اور ہر ایک کی بولی سُنتا اور اُسکی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰه** (اُس جیسا کمال کسی میں نہیں) وہ بغیر آواز والی مخلوق کی بھی سُنتا ہے، وہ سننے میں کسی شئے کا محتاج نہیں، سبحان اللہ۔ غرض یہ کہ مخلوقات کا سُننا محدود اور اللہ تعالیٰ کا سُننا لامحدود ہے۔ مخلوقات کا سُننا ناقص اور اللہ تعالیٰ کا سُننا کامل ہے۔ مخلوقات کے سُننے میں غلطی بھی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سُننے میں کوئی غلطی نہیں ہوتی، کبھی کمی زیادتی نہیں ہوتی، وہ ایک ہی سِمت نہیں چاروں سِمت سُنتا ہے، بلکہ چاروں سِمت کیساتھ ساتھ اُوپر نیچے سب

طرف سُنتا ہے، اُسکے سُننے میں کوئی عیب نہیں، کوئی مجبوری محتاجی نہیں سُبحان اللہ۔ وہ ہر قسم کی مجبوریوں اور محتاجیوں سے پاک ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سُننے کا احساس انسان پر چھایا رہے تو اُسکے اثرات انسان کی زندگی پر بہت گہرے پڑتے ہیں۔ اُسکو ذہن نشین کرلو۔

سُورہ الاحقاف آیت ۲۸ پھر کیوں نہ اِن ہستیوں نے اُنکی مدد کی جنہیں اللہ کو چھوڑ کر اُنہوں نے تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبود بنالیا تھا بلکہ وہ تو اُن سے کھوئے گئے اور یہ تھا اُنکے جھوٹ اور اُن بناوٹی عقیدوں کا انجام جو اُنہوں نے گھڑ رکھے تھے۔

صفت سمیع پر ایمان کی وجہ سے مصیبت اور پریشانیوں میں اللہ پر نظر رہتی ہے

☆ انسان زندگی گذارنے میں مختلف حالات سے گذرتا ہے، وہ کبھی مشکلات میں گھر جاتا ہے، کبھی تکالیف و پریشانیوں کا شکار ہوجاتا ہے، کبھی کاروبار میں ناکام ہوجاتا ہے، کبھی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، کبھی روزگار کے مسائل میں بھٹکتا ہے، کبھی اولاد کیلئے ترستا ہے اور کبھی اولاد کی بیماری کی وجہ سے پریشان رہتا ہے وغیرہ وغیرہ اِن تمام حالات میں وہ اگر اللہ تعالیٰ ہی کو سمیع مانتا ہے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو نہیں پکارتا اور نہ کسی دوسرے کے سامنے اپنی حاجت وضرورت کو رکھتا اور نہ غیر اللہ سے فریاد کرتا ہے وہ صِرف اور صِرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا اور اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کرتا ہے۔ چنانچہ ایمان والے بندے اللہ تعالیٰ کو سمیع مان کر زندگی کے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور فریاد کر کے دِلی سُکون محسوس کرتے ہیں، کبھی ہمّت نہیں ہارتے، نااُمید نہیں ہوتے، اپنی جدوجہد کو برابر جاری رکھتے ہیں۔ اور صِرف اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھتے ہیں۔

صفت سمیع پر ایمان کی وجہ سے توبہ کا احساس زندہ رہتا ہے

☆ ۔زندگی گذارنے میں انسان سے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی ہوجاتی ہے اور اس سے گناہ بھی ہوجاتا ہے تو ایسی صورت میں وہ اگر اللہ تعالیٰ کو سمیع مانتا ہے تو گناہوں کی معافی کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوگا۔ اور اُسی کو پُکار پُکار کر اپنی غلطی و

نافرمانی کا اقرار اور اعتراف کریگا اور اُسی سے معافی مانگ کر توبہ کریگا اور دوبارہ غلطی نہ کرنے کا عہد کریگا یہی وجہ ہیکہ ایمان والے بندے اللہ تعالیٰ کو سمیع مان کر توبہ کرتے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کی اُمید بھی رکھتے ہیں۔ اُسکے علاوہ کسی اور کو سُننے والا نہیں سمجھتے۔

ایک ایسا انسان جو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو صحیح نہیں پہچانتا وہ گناہ ہونے کے بعد دیوی دیوتاؤں کی طرف رخ کرتا۔ گناہ معاف کرانے کیلئے اُن پر نذرانے چڑھاتا، قربانی دیتا اور خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے روتا اور اپنے جسم کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا ہے، یا پھر اپنے مذہب کے ٹھیکے داروں کے سامنے جا کر اپنی غلطیوں کا تذکرہ کر کے اُن سے معافی کرانے کی درخواست کرتا ہے۔

صفت سمیع پر ایمان کی وجہ سے زبان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے

☆۔ جب انسان اللہ تعالیٰ ہی کو سُننے والا مان لیتا ہے اور صفتِ سمیع کا اثر اس پر چھایا ہوا رہتا ہے تو انسان میں سب سے پہلے اپنے مالک کا ادب واحترام اور اُسکی بزرگی کا احساس پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُسکی زبان میں تقویٰ آجاتا ہے اور وہ اپنی زبان کو بے لگام ہونے نہیں دیتا، اسکی زبان کنٹرول اور قابو میں آجاتی ہے اور وہ بیکار بات نہیں کرتا محتاط و پرہیزگار بن جاتا ہے۔ اسلئے کہ انسان بہت سارے گناہ تقریباً زبان ہی کے ذریعہ کرتا اور پھر دوسرے اعضاء سے اسکی تکمیل کرتا ہے۔

بہت سارے انسان خدا کو انسانی بادشاہ کی مثل سمجھتے ہیں

بہت سارے لوگ جو خدا کو تو مانتے ضرور ہیں مگر پہچانتے نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو انسانی بادشاہ کے مثل سمجھتے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی عقل سے یہ تصوّر قائم کرلیتے ہیں کہ دنیا کے بادشاہ کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے عوام اپنی فریاد اور حاجت براہِ راست جا کر نہیں سُنا سکتے اور دنیا کا بادشاہ اپنے رُعب وشوکت کی وجہ سے ہر عام آدمی سے بات نہیں کرتا اور ہر عام آدمی کی پہنچ اسکے دربار تک نہیں ہوتی، اسلئے

عام آدمیوں کو اپنی فریادیں اور حاجت بادشاہ کے دربار کے مقرّب وزیروں اور درباریوں کے ذریعہ پہنچانی پڑتی ہے اور مختلف علاقے کے حاکم ونمائندے اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کی فریادیں بادشاہ تک پہنچاتے ہیں یا پھر ریڈیو، ٹی وی یا ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ بادشاہ کو معلوم ہوتا ہے، تو اتنی بڑی کائنات کے شہنشاہ کے جلال وجبروت کا کیا عالم ہوگا؟ وہ اپنے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے بھلا دنیا کے ایک عام انسان سے بات کیوں کریگا۔؟ اسلئے اس سے براہِ راست بات نہیں کی جاسکتی۔ جبکہ دنیا کے ایک معمولی بادشاہ کے جلال وہیبت کی وجہ سے ایک عام انسان اُسکے پاس جاتا بھی نہیں، تو بھلا کائنات کے شہنشاہ کے پاس براہِ راست کیسے جایا جاسکتا ہے، نیز وہ اس لمبی چوڑی کائنات میں دُنیا کے ہر خطہ اور علاقے کے لوگوں کی فریاد براہِ راست کیسے سُنے گا؟ جسطرح دنیا کا بادشاہ ایک ہی وقت میں ہر علاقے اور خطے کے لوگوں کی فریاد اور پکار سُن نہیں سکتا اسی طرح کائنات کا مالک کیسے ہر ایک کی پُکار سُن سکتا ہے؟ وہ سب کی پُکار سن نہیں سکتا۔ اسلئے اسکے مقرّب درباریوں کے ذریعہ اسکو پکارا جائے اور اسکے پاس دیوی دیوتا اور اسکے دوستوں اور مقرّب درباریوں کے واسطے اور وسیلہ سے فریاد اور حاجت پیش کی جائے۔

چنانچہ جو لوگ ایمان صحیح نہیں رکھتے یا اللہ کو مانتے تو ضرور ہیں مگر اللہ کو صحیح نہیں پہچانتے وہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو غیر اللہ کے ذریعہ اللہ تک پہنچانے کا تصوّر رکھتے ہیں اور اللہ کے بجائے غیر اللہ کو پکارتے اور اُنہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں نے دیوی دیوتا، بُتوں اور ولیوں اور بزرگوں میں سے کسی کو اولاد کے مانگنے کیلئے کسی کو صحت وتندرستی کے مانگنے، کسی کو تکالیف و پریشانی کو دُور کرنے، کسی کو کاروبار میں ترقی دلوانے والے الگ الگ ذریعہ اور واسطے بنالیتے ہیں اور اُنکو اللہ کے مقرّب ہونے کا تصوّر لیکر اُنہی کے ذریعہ اور واسطے سے اپنی حاجتیں اور فریادیں اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کرنے کا تصوّر رکھتے ہیں۔ اور اُن ہی کے ذریعہ اللہ کا قُرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ (سورہ یونس آیت ۱۸)

قرآن مجید کے سورہ زُمر کی آیت نمبر ۳ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔: **اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْ مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَانَعْبُدُ ھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَاھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ o اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ۔** ترجمہ: خبردار ہوجاؤ کہ اللہ صرف خالص دین ہی کو قبول کریگا، جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا اولیاء بنا کر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم اُنکی عبادت نہیں کرتے مگر یہ لوگ ہم کو اللہ تک ہماری رسائی کرادیں گے۔ ایسے جھوٹے دعوے کرنے والوں کے اختلاف کا فیصلہ اللہ ضرور فرمادے گا، اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکرِ حق ہو۔

چنانچہ اِسی گمراہی کی وجہ سے انسانوں کی ایک کثیر تعداد اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمیع سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے بہت بڑے شرک میں گرفتار ہے اور اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دُور ہوگئی ہے اور موحّد ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود قدم قدم پر غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست نہیں سُنتا بلکہ بالواسطہ سُنتا ہے۔

انسانوں کی اِسی غلط فہمی اور گمراہی کی وجہ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ:۔ **وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْالِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ** (ترجمہ) اے نبیؐ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہوں دُعا مانگنے والوں کی دُعا قبول کرتا ہوں جبکہ وہ مجھ سے مانگے پس انہیں چاہیے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ سیدھی راہ پالیں‘‘ (بقرہ ۱۸۶)

اب اگر ایک انسان کو یہ تعلیم مل جائے کہ اسکا مالک سمیع ہے اور ہر آن ہر گھڑی اُسکی فریاد سُننے کیلئے تیار ہے تو وہ فوراً اپنی ہر حاجت وضرورت میں اپنے مالک ہی کو پکاریگا اور اُسی سے فریاد کرے گا اور اُسی سے اپنی حاجت بیان کرے گا۔

اگر اِنسان خدا کو مانتے ہوئے اُسکو سمیع نہ سمجھے تو پھر وہ زندگی کے مختلف حالات میں غیر اللہ سے رجوع ہوگا غیر اللہ سے فریاد کرے گا اور غیر اللہ پر نذرانے چڑھائے گا۔

صِفت سمیع کو ماننے سے انسان خالص اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے اور اپنی حاجت و ضرورت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام کی اِسی تعلیم کی وجہ سے ایک ایمان والا بندہ اللہ تعالیٰ کو سمیع مان کر ایمان لاتا ہے اور زندگی کے تمام کاروبار میں جب مختلف حالات آتے ہیں تو وہ اُن تمام حالات میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اُسی کو پکارتا اور اُسی سے مدد چاہتا ہے۔ اُسی سے التجا اور دُعا کرتا ہے۔ اُسکو یہاں تک معلوم رہتا ہے کہ اُسکے نبی حضرت محمد ﷺ نے اُسکو یہاں تک تاکید کی ہیکہ اگر زندگی گذارنے میں نمک کی ڈلی کی ضرورت پڑ جائے یا جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ ہی کو پُکارو اور اُسی سے مدد مانگو۔ اسی لئے ایمان والا بندہ زندگی کے تمام کاروبار چاہے وہ خوشی وغم کے ہوں، موت وحیات کے ہوں، بیماری و پریشانی کے ہوں، ناکامی و کامیابی کے ہوں اِن تمام حالات میں وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا اور اُسی کے سامنے اپنی فریاد رکھتا اور اُسی سے التجا کرتا ہے اور اُسی سے مدد مانگتا ہے۔

آج جو لوگ ایمان رکھ کر غیر اللہ کو پکارتے اور اپنی حاجات وضروریات کو غیر اللہ کے سامنے رکھتے اور غیر اللہ سے فریاد کرتے، منّت، مُرادیں حاجتیں سب کچھ غیر اللہ سے مانگتے ہیں تو گویا وہ اللہ کو مانتے تو ضرور ہیں مگر اللہ کو پہچانتے نہیں اور اپنے عمل سے اس کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کو سمیع نہیں مانتے اللہ کے بجائے دوسروں کو سمیع مانتے ہیں یا پھر برائے نام اللہ کو سمیع مانتے ہیں۔

غیر مسلم اور کمزور ایمان والے گناہ ہوجانے پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوتے۔ اور نا اُمید ہوجاتے ہیں اور صفتِ سمیع کا احساس نہ رہنے کی وجہ سے گناہوں کو معاف کرانے کیلئے دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کی قبروں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دیوی دیوتاؤں پر نذرانے چڑھاتے، اُنکے نام کی قربانیاں کرتے، اُنکے نام سے خیر خیرات کرتے، اپنے بال اُن پر پیش کرتے اور طرح طرح کی اذیتیں اپنے جسم کو دیتے

ہیں۔مگر ایمان والا بندہ گناہ ہوجانے سے نا اُمید نہیں ہوتا اور اللہ کی طرف رجوع ہوکر اللہ تعالیٰ ہی کو معافی کیلئے پکارتا اور اُسی کے سامنے روتا، بلبلاتا ہے۔اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا اور توبہ کرتا ہے۔

بس غیر مسلم اور گمراہ انسان یہ سمجھتے ہیں کہ خدا براہِ راست نہیں سُنتا بلکہ بالواسطہ سُنتا ہے۔اُن کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ اِنسانی بادشاہ کے مثل نہیں بلکہ وہ ہر مخلوق کی فریاد ایک ہی وقت اور ایک ہی گھڑی ولمحہ میں سُنتا اور اُن کی مدد کرتا ہے۔وہ زمین کی مخلوقات، آسمانوں کی مخلوقات، سمندروں کی مخلوقات، زمین کے اندر کی مخلوقات، خلاؤں کی مخلوقات، ہواؤں کی مخلوقات سب ہی کی طرف ایک ہی وقت میں توجہ دیتا اور اُن کی فریادیں سُنتا ہے۔اسکو اس میں کوئی مجبوری ومحتاجی نہیں سبحان اللہ۔

یاد رکھو اگر دُنیا کا کوئی بادشاہ اپنے دربار پر یہ تختی اور بورڈ لگادے کہ وہ براہِ راست اپنے عوام کی فریاد و پُکار کو رات اور دن ہر گھڑی اور ہر لمحہ سُننے کیلئے تیار ہے۔ چنانچہ بادشاہ جہانگیر کا عدل مشہور ہے کہ اس نے اپنے دربار میں ایک گھنٹہ لگادیا تھا کہ ہر عام و خاص اپنی فریاد کیلئے بادشاہ کو بلانے کیلئے گھنٹہ بجائے، بادشاہ ضرور اس کی پکار کا جواب دے گا، اور دربار میں آئے گا اور فریاد رسی کریگا۔اسکے باوجود اگر لوگ براہِ راست فریاد کرنے کے بجائے اُس کے دوستوں اور وزیروں اور درباریوں کو تلاش کرتے پھریں اور اُن کے ذریعہ فریاد کرنا چاہیں تو ایسے لوگوں کو بیوقوف، احمق اور پاگل کہا جائے گا اور بادشاہ بھی ناراض ہوگا (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں)

اِسی طرح کائنات کا شہنشاہ اپنے آپ کو سمیع بتلا کر سمیع ہونے کا اعلان کیا اور سمیع کہہ کر یہ اعلان کررہا ہے کہ عام وخاص تمام بندے اپنی ہر ضرورت وحاجت میں اُسی کو پکاریں، وہ اُنکی پکار پر توجہ کریگا اور اُنکی حاجت وضرورت کو سُنے گا اور مدد کرے گا اُسی کو پکارو اور اُسی سے مدد چاہو، وہ اپنے بندوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔اسکے

علاوہ تمہاری پکار اور فریاد سُننے والا کوئی دوسرا نہیں، اسلیئے صرف اُسی کو پکارو۔

ذرا اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھی غور کرو کہ دُنیا کا ایک معمولی محتاج بادشاہ اپنی رعایا کے عام انسانوں سے براہِ راست بات نہیں کرتا اور نہ اُنکی بات سُنتا ہے مگر مالکِ کائنات عام وخاص دونوں کو کُھلے عام اجازت دے رہا ہیکہ وہ براہِ راست شہنشاہِ کائنات کو جب چاہیں پکاریں، وہ مالک اپنے بندوں کی پکار کو سُنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

دنیا کا معمولی بادشاہ جسکی بادشاہت مختصر عرصہ کیلئے ہوتی ہے، اپنی اُس جھوٹی شان، عزت اور مرتبے کی حفاظت کی خاطر اور اس میں کمی کے ڈروخوف سے عام اِنسانوں سے بات نہیں کرتا، وہ محض اپنے رعب، شان اور عزت ومرتبہ کو باقی رکھنے کیلئے عام انسانوں سے دور رہنا چاہتا ہے، اُن سے براہِ راست بات کرنا نہیں چاہتا بلکہ اُنکی فریادیں اپنے نمائندوں کے ذریعہ سُنتا ہے۔مگر خالقِ کائنات کا کرم دیکھو کہ وہ تو عام اور خاص، چھوٹے اور بڑے، امیر وغریب، بادشاہ اور فقیر، کالے گورے، سب کی پکار براہِ راست سُنتا اور اعلان کررہا ہیکہ وہ اپنے بندوں سے بہت قریب رہتا ہے۔ ہر گھڑی اُنکی فریاد رسی کرتا اور اُنکی حاجتیں اور ضرورتیں ومُرادیں پوری کرتا ہے مگر پھر بھی اِسکی عزت، جلال، اور مرتبہ اور شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بندے ہر آن اسکی محبت کیلئے تڑپتے ہیں اور اگر اُنکو صحیح تعارف نہ ملے تو غیر اللہ کو پکڑ لیتے ہیں۔دُنیا کا بادشاہ عوام کے روبرو کم آتا ہے اور ان سے بات ہی نہیں کرتا۔مگر شہنشاہِ کائنات چاہتا ہے کہ میرا ہر بندہ مجھے پکارے اور مجھ سے بات کرے، اور میرے سامنے اپنی فریاد رکھے۔ اسلیئے وہ بندوں کو یہ تعلیم دے رہا ہیکہ وہ سمیع ہے، اُسے جب چاہو پکارو، رات میں پکارو یا دن میں پکارو یا رات ودن کے کسی حصّے میں پکارو، وہ خفا نہیں ہوگا، وہ ناراض نہیں ہوگا، اُسکو پکارنے کا کوئی وقت نہیں، اُسکو نہ نیند آتی ہے اور نہ اُونگھ، وہ اپنے بندوں کی فریاد سُننے کیلئے ہر گھڑی تیار رہتا ہے۔

دنیا کا بادشاہ ہر گھڑی عوام کی فریاد سُننے کیلئے تیار نہیں رہتا، وہ فریاد سُننے کا ایک وقت مقرر کرتا ہے۔ مگر کائنات کا شہنشاہ باوجود کائنات کے تمام کاروبار کرتے ہوئے اپنے بندوں کی فریاد ہر گھڑی اور ہر لمحہ سُننے کیلئے تیار رہتا ہے۔ ذرا سوچو کہ ہمارا مالک کیسا عجیب مالک ہے۔ اس کی قدرت ہماری سمجھ سے باہر ہے وہ کیسی زبردست قدرت والا ہے۔ وہ ایک ہی وقت میں تخلیق بھی کر رہا ہے، رحمت بھی برسا رہا ہے اور ربوبیّت بھی کر رہا ہے، رزق بھی دے رہا ہے اور ہر چیز پر ہر قِسم کی قُدرت رکھ کر مکمل کنٹرول رکھتا ہے، اور پھر ہر کام کرتے ہوئے ہر مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کر رہا ہے۔

وہ ایک ہی وقت میں کروڑہا چیزوں کی تخلیق کرتا رہتا ہے اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر مسلسل رحمت برساتا رہتا ہے۔ اور ہر مخلوق کی ہر عمر اور ہر گھڑی میں مسلسل ربوبیّت کرتے ہوئے ہر مخلوق کو وقت پر رزق فراہم کرتا رہتا ہے اور پھر کائنات کی تمام چیزوں کو جیسا اپنی ذمہ داری ادا کرنا ہے اُنکو ویسا ہی کام کرنے کی مسلسل ہدایت دیتا رہتا ہے اور پھر یہ تمام کام کرتے ہوئے ہر مخلوق کی فریاد اور پکار کو سُن کر انکی ضرورتیں پوری فرماتا رہتا ہے۔ ذرا غور کرو کہ ہمارا مالک، ہمارا آقا اور ہمارا پروردگار کیسی عجیب قدرت والا ہے، بیشک اُس جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ **لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰه**۔

دنیا کے بادشاہ کا یہ عالم ہوتا ہیکہ وہ صرف فرمانبرداروں کی سُنتا اور اُنہی کی مدد کرتا ہے، اپنے مخالفوں کی بات نہیں سُنتا، اور نہ اُنکی مدد کرتا ہے، مگر خالقِ کائنات فرمانبرداروں اور نافرمانوں دونوں کی فریاد کو سُنتا ہے اور اُنکی ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ اگر وہ گناہوں سے معافی چاہیں اور صحیح راستے کی ہدایت چاہیں تو اُنکے گناہ چاہے جتنے بھی ہوں، معاف کر دیتا اور صحیح راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

غرض یہ کہ دُنیا کے بادشاہ میں اور کائنات کے شہنشاہ میں کوئی برابری ہی نہیں، کوئی تشبیہ و تقابل ہی نہیں اور نہ کوئی مثل و مثال سے اُسے سمجھایا جاسکتا ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بس مختصر یہ یاد رکھو کہ دُنیا کا بادشاہ عوام سے دور الگ رہنا

چاہتا ہے۔ کائنات کا شہنشاہ اپنی مخلوقات کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب رہتا ہے۔

دُنیا کا بادشاہ بار بار پُکارنے سے تکلیف محسوس کرتا اور ناراض ہوتا ہے اور عوام کی فریادیں سُننے کیلئے ایک وقت مقرر کرتا ہے اور تھک بھی جاتا ہے مگر کائنات کا شہنشاہ بار بار پکارنے سے خوش ہوتا ہے اور نہیں پکارنے سے ناراض و خفا ہوتا ہے اور وہ اپنی مخلوقات کی پکار سُن کر کبھی نہیں تھکتا اور نہ وہ اپنی مخلوقات کی فریادیں سُننے کا کوئی وقت مقرر کر رکھا ہے، وہ بالواسطہ نہیں براہِ راست سُنتا ہے۔

دُنیا کا بادشاہ ایک ہی وقت میں ایک کام کرسکتا ہے، مختلف کام ایک ہی وقت میں نہیں کرسکتا مگر کائنات کا شہنشاہ ایک ہی وقت میں ہزاروں کام کرتے ہوئے اپنی مخلوقات کی پکار سُنتا رہتا ہے۔

دُنیا کا ایک حاکم جب عوام کی سُنتا ہی نہیں تو عوام بھی براہِ راست اسکی طرف رجوع نہیں ہوتے، بلکہ مختلف واسطے اور وسیلے تلاش کرتے ہیں مگر کائنات کا شہنشاہ تو اعلان کر رہا ہیکہ وہ اپنی مخلوقات کی فریاد اور پکار سُننے کیلئے ہر وقت تیار ہے۔ وہ انسانوں کو بار بار اپنے سمیع ہونے کی تعلیم دے رہا ہے۔ اگر اِنسان کو اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کو مُغیث (فریاد رسی کرنے والا) اور **اَلْمُجِیْبُ** (دعائیں قبول فرمانے والا) جان کر اُسی کی طرف رجوع ہوگا اور اُسی سے فریاد کرے گا۔

انسانوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ایک اِنسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دماغ اور علم وفہم سے ایک آلہ بنا کر ہندوستان میں بیٹھ کر دُنیا کے آخری کونے، امریکہ اور دوسرے ملکوں میں رہنے والے انسانوں سے ٹیلیفون اور ٹرنکال پر بات کرتا ہے یا پھر خلاؤں میں اُڑنے والے راکٹ سے رابطہ قائم رکھتا ہے حالانکہ درمیان میں کوئی ٹیلیفون کا تار نہیں ہوتا۔ موبائیل فون پر لوگ رات دن بغیر وائر کے ہزاروں میل دُور فون کرتے اور چلتے پھرتے بات کرتے ہیں اور یہ بات صرف ہواؤں کے ذریعہ وائرلیس کو ٹکراتی اور ایک

ہی سکنڈ میں اِدھر سے اُدھر بات آتی جاتی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ امریکہ میں بات کرنے والے کی بات پانچ منٹ بعد ہندوستان آرہی ہے۔ اور یہاں کا انسان پانچ منٹ دیر سے وہ بات سن رہا ہے، ایسا نہیں بلکہ آمنے سامنے بات کرنے والوں کی طرح انسان ہزاروں میل دُور بیٹھ کر بات کرتا ہے تو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان جس کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی قدرت سے علم اور فہم عطا کیا تو وہ دُنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں بات کرتا ہے تو پھر کیا انسانوں کا خالق اور کائنات کا خالق، مخلوقات کا خالق کائنات کی تمام مخلوقات کی پکار کو اور اُن کی فریاد کو نہیں سُن سکتا؟ بیشک سُنتا ہے اور ایک ہی وقت ایک ہی لمحہ میں سب کی بات اور فریاد کو سُنتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ مخلوقات اس کے سُننے کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ دُنیا کے بادشاہوں کی طرح مجبور و محتاج نہیں کہ رعایا جب تک اس کے سامنے آکر یا ٹیلیفون اور وائرلیس پر کچھ نہ بولیں اس وقت تک سُن نہیں سکتا۔ غیر ایمان والے اللہ کو سُننے والا نہیں سمجھتے یا سمجھتے بھی ہیں تو برائے نام سمجھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے گنہگار انسان نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو پکارا

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ میدان میں بارش کیلئے دُعا مانگنے کیلئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی، مگر آپ کی دُعا قبول نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ موسیٰ! تمہاری اس جماعت میں ایک انتہائی بدکار اور گنہگار شخص ہے، جماعت سے اُسکو نکال دو، پھر دُعا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اعلان کیا کہ ہماری اس جماعت میں جو شخص انتہائی بدکار اور بدچلن گنہگار ہے وہ اس جماعت میں سے الگ ہوجائے، مگر کوئی بھی الگ نہ ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دُعا کی، اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرمایا اور بارش ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اے اللہ! آپ نے تو گنہگار اور بدکار شخص کے علحدہ ہونے کی شرط رکھی تھی پھر کوئی بھی الگ نہیں ہوا اور آپ

نے دُعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ جب تم نے اعلان کیا تو اُس نے فوراً چپکے چپکے مجھ کو پُکارا اور کہا کہ اے اللہ مجھے سب کے سامنے ذلیل ہونے سے بچالے، میں توبہ کرتا ہوں اور اپنی بدکاری پر معافی مانگتا ہوں، تو ہم نے اس کی توبہ قبول فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا اے اللہ تو ہمیں بھی وہ بندہ بتلا جس نے تمہیں کچھ ہی منٹوں میں چُپکے چُپکے راضی کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نہیں، اس نے ہم سے چپکے چپکے خاموشی میں پُکارا اور کہا کہ اے اللہ تو مجھے جماعت میں ذلیل نہ کر، مجھے ذلیل ہونے سے بچالے، اسلئے ہم اسکو نہیں بتلائیں گے۔

یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں سے اللہ تعالیٰ کو پُکارا

قرآن کہتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السّلام نے سمندر کی تہہ میں رہنے والی مچھلی کے پیٹ میں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا، اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السّلام کی فریاد سُنی اور اُنکی توبہ قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت یونسؑ کو باہر نکال دے، اسلئے بچّو! خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سُننے کیلئے ہماری طرح کم اور زیادہ فاصلے کا محتاج نہیں، نہ وہ آہستہ اور زور کی آواز کا محتاج ہے، وہ اپنی صفات میں لامحدود ہے۔

عِکرمہ بن ابوجہل نے سمندری طوفان میں سے اللہ تعالیٰ کو پُکارا

عِکرمہ بن ابوجہل کے ایمان لانے کے واقعہ پر غور کرو کہ جب مکّہ فتح ہوا تو عِکرمہ بن ابوجہل مکّہ سے نکل کر جدّہ کی طرف بھاگ گئے اور کشتی پر سوار ہوکر حبش کی راہ اختیار کی۔ سمندر میں طوفان آیا اور کشتی خطرہ میں گھر گئی، کشتی میں جو لوگ سوار تھے وہ شروع شروع میں دیوی دیوتاؤں کو پکارنے لگے مگر جب طوفان کی شدّت بڑھ گئی اور مسافروں کو یقین ہوگیا کہ اَب کشتی ڈوب جائے گی اور سب کی جانوں کو خطرہ ہے تو سب کے سب ایک رائے ہوکر کہنے لگے کہ یہ وقت سوائے اللہ کے کسی کو پکارنے کا نہیں ہے، وہی چاہے گا تو ہم بچ سکتے ہیں، چنانچہ یہ بات سُن کر عِکرمہ کی آنکھیں کُھلیں، وہ

سوچنے لگے کہ جب سمندر کی اِس خوفناک حالت میں بچانے والا اللہ ہی ہے تو پھر خشکی پر مدد کرنے والا دوسرا کیسا؟ جو تَری میں مدد کرنے والا ہے وہی خشکی میں بھی مدد کرنے والا ہوگا، وہاں دیوی دیوتا کیسے مدد کرتے ہیں؟ یہ تو بڑی بے وقوفی ہے کہ انسان مصیبت اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ کو پکارے اور راحت و آرام میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دیوی دیوتاؤں کو پکارے، اُنکے دل نے آواز دی کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور حضرت محمد ﷺ مکّہ میں اِسی چیز کی دعوت دے رہے ہیں، ہم خواہ مخواہ اُن سے لڑ رہے ہیں، وہ تو سچّائی کی دعوت دے رہے ہیں، چنانچہ اِسی فکر نے عِکرمہ بن ابوجہل کی زندگی میں انقلاب بَرپا کردیا اور اُسی وقت اللہ کو دل ہی دل میں چپکے چپکے پُکارنے لگے اور عہد کیا کہ خدایا اگر میں اِس طوفان سے بچ گیا تو سیدھا حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اُن پر ایمان لاؤں گا۔ چنانچہ اُنہوں نے طوفان سے بچنے کے بعد مکّہ جا کر ایمان قبول کیا اور مسلمان ہوگئے۔

حضرت قولہؓ نے فرش پر رہ کر فریاد کی

سورہ مجادلہ میں حضرت قولہؓ بنت ثعلبہ کی گفتگو جو حضور ﷺ کے ساتھ ہورہی تھی اللہ تعالیٰ نے عرش پر سنی، بی بی عائشہ صدیقہؓ جو بازو کمرے میں تھی وہ خود اپنے کانوں سے حضرت قولہؓ کی گفتگو کو سُن نہ سکیں، وحی نازل ہونے کے بعد اُنکو معلوم ہوا وہ فرماتی ہیں کہ (مفہوم) مجھے اللہ کا سُننا اس دن خوب سمجھ میں آیا کہ وہ فرش کی گفتگو کو عرش پر کیسے سنتا ہے؟ بیشک اُسکی ہر صفت لامحدود ہے، وہ عرش سے فرش تک سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

پیارے بچّو! اگر اِنسان کو اللہ تعالیٰ کے سُننے کی صِفت پر پُختہ یقین آجاتا ہے تو پھر سب سے پہلے انسان کی زبان کنٹرول میں آجاتی ہے اور انسان کی زبان میں تقویٰ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ متقی و پرہیزگار بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ انسان بہت سارے گناہ تقریباً زبان کے ذریعہ ہی کرتا اور پھر دوسرے اعضاء سے اس کی تکمیل کرتا ہے یہی وجہ

ہے کہ حضور ﷺ نے زبان کی بے اعتدالی سے تمام جسم کے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا۔

صفت سمیع پر ایمان کی وجہ سے زبان قابو میں آجاتی ہے

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء عاجزی اور لجاجت کے ساتھ زبان کو کہتے ہیں کہ (خدا کی بندی ہم پر رحم کر) اور ہمارے بارے میں خدا سے ڈر، کیوں کہ ہم تیرے ہی ساتھ بندھے ہوئے ہیں، تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر تو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی کریں گے اور پھر اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ (ترمذی ص ٦٦۔ ج ٢۔)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو چُپ رہا وہ نجات پا گیا۔ (مشکوٰۃ ص ٤١٣ مسند احمد، ترمذی و ابن ماجہ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضرت معاذؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ جس کی وجہ سے میں جنّت میں پہنچ جاؤں اور دوزخ سے دُور کردیا جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے، لیکن وہ اُس بندے کیلئے آسان ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ اُس کو آسان کردے۔ لو سُنو، اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کِسی کو شریک نہ کرو، اور اچھے طریقے سے نماز ادا کیا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو اور بیتُ اللہ کا حج کرو، پھر فرمایا کیا میں تمہیں خیر کے دروازے بھی بتادوں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اِس طرح بُجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے، اور رات کے درمیانی حصّے کی نماز، اس کے بعد آپؐ نے سورہ سجدہ کی آیت پڑھی، پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں معاملہ کا سِرا اور اس کا عمود یعنی ستون اور اُس کی بلندی چوٹی بتاؤں؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا ضرور بتایئے، آپؐ نے فرمایا، دین کا سَر یا سِرا اسلام ہے اُس کا ستون نماز ہے، اس کی بلند چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز بھی بتادوں جس پر گویا اُن سب کا مدار ہے اور جسکے بغیر یہ سب چیزیں ہیچ اور بے وزن ہیں، معاذؓ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا حضورؐ وہ چیز بھی ضرور بتلا دیجئے۔ پس آپؐ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا اِس کو روکو (یعنی اپنی زبان کو قابو میں رکھو، یہ چلنے میں بے باک اور بے احتیاط نہ ہو) معاذؓ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا حضرت ہم جو باتیں کرتے ہیں کیا اُن پر بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اے معاذ! تجھے تیری ماں روئے (آدمیوں کو دوزخ میں اُنکے منہ کے بل یا فرمایا کہ اُنکے ناکوں کے بل (زیادہ تر) اُن کی زبانوں کی بیباکانہ باتیں ہی ڈالوائیں گی۔

انسان زبان ہی سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتا یا انکار کرتا ہے، زبان ہی سے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھراتا اور اعلان کرتا ہے اور زبان ہی سے غیر اللہ سے مدد مانگتا، منت مانگتا زبان ہی سے اللہ پر بیٹا بیٹی اور بیوی کو تہمت لگاتا ہے، غیر اللہ کی بڑائی زبان ہی سے کرتا ہے، غیر اللہ کو اللہ کے مقابلہ میں ٹھہراتا ہے، سینکڑوں گناہ کی باتیں، کفر اور شرک کی باتیں زبان ہی سے کرتا ہے، زبان ہی سے اللہ تعالیٰ اور دین کے خلاف بکواس

کرتا ہے، زبان ہی سے گالیاں دیتا، جھوٹ بولتا، غیبت، چغلی بڑی بڑی تکبّر والی باتیں اور بول بولتا اور خدائی دعویٰ بھی زبان ہی سے کرتا ہے۔

اِنسان کو اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا جتنا زیادہ قوی احساس ہوگا، انسان اِن تمام بیماریوں سے اُتنا ہی دُور رہے گا، اور یہ احساس جتنا زیادہ کمزور ہوگا انسان اِن تمام بیماریوں میں اُتنا ہی زیادہ مبتلا رہے گا، اگر سمیع ہونے کا احساس ویقین ہوجائے تو پھر وہ ظاہر و باطن کی تمام بُرائیوں کو جو زبان سے کرتا ہے فوراً چھوڑ دیگا، اسی لئے قرآن مجید نے انسانوں کو بار بار اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کی تعلیم دی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے پر ایمان لانا، ایمان کا لازمی اور ضروری جزء قرار دیا ہے۔

انسان جب اپنے کسی بڑے یا کسی حاکم کے سُننے کا یقین رکھتا ہے تو اُن کے خلاف یا اُن کے حکم کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا، مگر افسوس کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے سُننے کا احساس نہیں، اگر احساس ہوجائے تو وہ فوراً جھوٹ بولنا چھوڑ دے گا، اور گالیاں دینا چھوڑ دے گا فحش، بے حیائی، اور بے شرمی کی باتیں چھوڑ دے گا، غرور و تکبّر کی باتیں اور غیبت چھوڑ دے گا، اللہ تعالیٰ اور دینِ اسلام کے خلاف بکواس چھوڑ دے گا، دُنیا کی عدالتوں میں انسان سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر بکواس کرتا ہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا اِحساس ہوجائے تو ہزاروں جھوٹے مقدّمات عدالتوں کے ختم ہوجائیں گے، اس کو یہ احساس ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ سچ کو جھوٹ کہا جاسکتا ہے اور نہ جھوٹ کو سچ۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے پکڑ لیں گے اور میری اس بد اعمالی پر سزا دینگے۔ سمیع ہونے کے احساس سے غیبت، چُغلی، جھوٹ اور تہمت تراشی ختم ہوجائے گی، غیر اللہ کے ساتھ شرک کی باتیں ختم ہوجائے گی، غیر اللہ کے ساتھ منّت مُرادیں اور دُعائیں اور پُکار ختم ہوجائے گی، غیر اللہ کی دُہائی ختم ہوجائیگی۔ آج دُنیا میں انسانوں کی کثیر تعداد اِن تمام بُرائیوں میں مبتلا اِسلئے ہیکہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتی تو ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کے سمیع ہونے کا احساس نہیں رکھتی یا پھر برائے نام سمیع مانتی ہے۔

انسان کی یہ بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ اپنے مالک کے سُننے کو مخلوقات کے سُننے کی طرح سمجھ کر اس سے غفلت برتتا ہے اور مالک کے سُننے کا تصوّر برائے نام رکھتا ہے، صحیح طریقے سے تصوّر قائم نہیں کرتا، اس کے پاس سُننے کا ایک محدود تصوّر ہے۔ ہم اور دوسری مخلوقات سمیع نہیں، سمیع تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ہم تو عبد السمیع ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع پر پختہ یقین آجائے اور اس صفت کا غلبہ انسان پر ہوجائے تو وہ ہر حاجت اور ضرورت میں اور زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ ہی کو پکارے گا اور اللہ ہی سے التجا کرے گا، اُسی کی طرف ہاتھ اُٹھائے گا۔

”اَلْبَصِیْرُ“

اللہ تعالیٰ بصیر ہے

پیارے بچّو! اللہ تعالیٰ بصیر ہے، بصیر کے معنی ہیں ”دیکھنے والا“ یہ بھی اللہ کا صِفتی نام ہے اور قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر اِنسانوں کو بار بار احساس دلایا گیا ہے کہ اے انسانو! تمہارا مالک و پروردگار اندھا، بہرا اور گونگا نہیں، وہ سمیع، بصیر اور علیم ہے، یعنی اُس کو اندھا، بہرا اور گونگا خدا مت سمجھو۔ وہ سب کچھ دیکھنے، سُننے اور جاننے والا خدا ہے۔ تم کہو گے کہ ہم بھی دیکھتے ہیں اور تمام جاندار بھی دیکھتے ہیں، اس لئے مخلوقات بھی بصیر ہیں، مگر ہمارا اور دوسری مخلوقات کا دیکھنا حقیقی دیکھنا نہیں کہلاتا، مخلوقات کا دیکھنا ناقص ہے اور محدود ہے، حقیقی نہیں، حقیقی اور صحیح دیکھنا تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، وہ جیسا دیکھتا ہے کوئی دوسرا اس کی طرح نہیں دیکھ سکتا، اِسلئے اللہ تعالیٰ ہی بصیر

ہے مخلوقات بصیر نہیں، ہم تو عبدُ البصیر ہیں یعنی بصیر کے بندے۔اسلام نے ایمان لانے کیلئے یہ شرط رکھی ہے کہ اِنسان اللہ تعالیٰ کو بصیر مان کر ایمان لائے تب ہی ایمان صحیح ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی صفت بصیر میں کوئی اِس کی مثل ہی نہیں، وہ اپنی ہر صفت میں یکتا اور تنہا ہے اس لئے وہ اکیلا بصیر ہے۔ ویسے تو اس کی ہر صفت میں کوئی مثال ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو مخلوقات کے دیکھنے سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور نہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو مخلوقات کے دیکھنے سے سمجھایا جاسکتا ہے، خالق کے دیکھنے میں اور مخلوقات کے دیکھنے میں کوئی مشابہت ہی نہیں، زمین اور آسمان کا فرق ہے، انسان چونکہ دوسری مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے اور اُس کا علم محدود ہے، اِسلئے اس کو اپنے مالک کا دیکھنا سمجھ میں نہیں آتا، اُس کی عقل محدود ہے، اُس کا دیکھنا محدود ہے، اِس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا تصوّر اپنی عقل سے صحیح قائم نہیں کرسکتا۔

مخلوقات کے دیکھنے پر ذرا غور کرو:۔ اَب ذرا مخلوقات کے دیکھنے پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ مخلوقات دیکھنے میں کتنی مجبور ومحتاج ہیں اور اُن کے دیکھنے میں نقص ہی نقص موجود ہے۔سب سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ مخلوقات میں اصلاً اندھا پن ہے، اُن کو دیکھنے کی جو بھی طاقت ملتی ہے وہ اُن کی اپنی ذاتی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ اُن کو ایک مختصر عرصہ کیلئے عطا فرماتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہوتی ہے، اِسی احساس کو سمجھانے کیلئے انسانوں میں بعض انسانوں کو پیدائشی طور پر اندھے، بہرے اور گونگے پیدا کرکے اللہ تعالیٰ انسانوں کو یہ بات بھی سمجھا رہا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اِن نعمتوں کی صحیح قدر کرے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین سمجھ کر اُن کا استعمال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کرتا رہے انسانوں میں بعض انسان اندھے، بہرے، اور گونگے پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر اندھے، بہرے، اور گونگے ہی رہتے ہیں حالانکہ دوسرے جانداروں میں اُن کی اولاد اندھی، بہری، اور گونگی نہیں ہوتی۔بکری

اور مُرغی کا بچّہ پیدا ہوتے ہی دیکھ سکتا ہے مگر انسان کا بچّہ پیدا ہونے کے بعد آنکھ رکھ کر بھی ایک عرصہ تک کسی چیز کو پہچان نہیں سکتا صرف کسی چیز کو دیکھنا، دیکھنا نہیں کہلاتا، دیکھ کر پہچاننا صحیح معنی میں دیکھنا کہلاتا ہے۔انسان کے بچّہ میں ایک عرصہ کے بعد دیکھ کر پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور پھر اِنسان جیسے جیسے بوڑھا ہوتا جاتا ہے آنکھیں موجود رہنے کے باوجود آہستہ آہستہ اس کی قوّتِ بصارت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور اکثر لوگ بوڑھاپے میں بچپن کی طرح آنکھ رکھ کر بھی دیکھ نہیں سکتے، اندھے ہوجاتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ قوّتِ بصارت اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے انسان دیکھتا ہے اور جب اُس کی مرضی نہیں رہتی تو پھر انسان کا دیکھنا بھی ختم ہوجاتا ہے، انسان کے علاوہ کسی دوسرے جاندار کو اللہ تعالیٰ نے نہ عینک کی ضرورت رکھی ہے اور نہ اُن کی بصارت کو بوڑھا ہونے سے کم کرتا ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کے ان نعمتوں کی واقعی قدر کرنی چاہیے۔

پیارے بچّو! تمام جاندار بغیر آنکھوں کے دیکھ نہیں سکتے اور آنکھوں میں پردے نہ ہوں تو اندھے بنے رہتے ہیں اور اگر پردے پھٹ جائیں تو بصارت سے محروم ہوجاتے ہیں اور اگر خرابی پیدا ہوجائے تو ایک ہی چیز کو دُوگنی دیکھتے ہیں اور اگر بینائی کمزور ہوجائے تو دُور کی چیز نہیں دیکھ سکتے، چنانچہ کسی کی قریب کی نِگاہ خراب ہوجاتی ہے، تو کسی کی دُور کی نگاہ خراب ہوجاتی ہے اور اِنسان عینک کا محتاج ہوجاتا ہے اور عینکوں کے مختلف نمبر ہوتے ہیں۔

مزید غور کرو کہ جاندار دیکھنے میں اتنے زیادہ مجبور ومحتاج ہیں کہ آنکھیں رکھنے کے باوجود محض آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے، اُنکی آنکھوں کو سورج اور چاند کی روشنی کا ملنا ضروری ہے، سورج کی روشنی جب اُنکی آنکھوں کو ٹکراتی ہے تب دیکھ سکتے ہیں ورنہ اندھیرے میں کچھ نہیں دیکھ سکتے۔یہ دیکھنا کتنا مجبوری ومحتاجی کا دیکھنا ہے، اُنکے دیکھنے کا

یہ نقص بھی ہے کہ درمیان میں کوئی چیز آجائے تو دوسری طرف دیکھ نہیں سکتے یا پھر ایک ہی وقت میں کسی چیز کے سامنے کے حصّے کو تو دیکھ سکتے ہیں پچھلے حصّے کو دیکھ نہیں سکتے۔

پھر مختلف جانداروں کے دیکھنے کی مختلف حدیں اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں، وہ ایک حد تک ہی دیکھ سکتے ہیں، دُور کی چیزیں بغیر دُوربین اور آلہ کے دیکھ نہیں سکتے، بہت باریک چیزیں بھی بغیر آلہ کے دیکھ نہیں سکتے، زیادہ روشنی ہوجائے تو بھی دیکھ نہیں سکتے۔

مخلوقات کا دیکھنا کتنا محدود دیکھنا ہے کہ وہ بہت ساری چیزوں کو جانتے ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے انسان اپنی سادی آنکھوں سے ہواؤں کو اور جسم کی روح کو، فرشتوں کو اور جنّات کو دیکھ نہیں سکتا، بیکٹریا کو دیکھ نہیں سکتا، زمین کے اندر کی چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا، سمندر کی تہہ کی چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا۔ پھر دیکھنے میں اِتنا ناقص ہے کہ دیکھنے میں غلطی بھی کرتا ہے بڑی چیز کو چھوٹی دیکھتا ہے، مثلاً سورج چاند، ستاروں اور سیّاروں کو چھوٹے چھوٹے دیکھتا ہے، ریگستانوں کی ریت سے دھوکہ کھا کر پانی کا اندازہ قائم کرلیتا ہے۔ اور چشمہ جیسا دیکھتا ہے، پانی میں کھڑی لکڑی کو ٹیڑھی دیکھتا ہے۔ چنانچہ جانداروں کی آنکھیں دیکھنے میں دھوکہ بھی کھاتی ہیں۔

ہر آنکھ نیند کی محتاج ہوتی ہے، دیکھتے دیکھتے تھک بھی جاتی ہے، تھکاوٹ نیند اور اونگھ کی حالت پیدا کرتی ہے، چنانچہ حالت نیند میں جاندار دیکھ نہیں سکتے، اور زیادہ دیر تک دیکھنے سے آنکھوں میں اندھیرا بھی چھا جاتا ہے۔

مالکِ کائنات کے دیکھنے پر غور کرو:۔ مگر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا مخلوقات کے دیکھنے کی طرح نہیں، اُسکا دیکھنا لامحدود دیکھنا ہے اور اُسکا دیکھنا اپنا ذاتی اور حقیقی دیکھنا ہے، اسکو دیکھنے کیلئے کسی نے بینائی و بصارت عطا نہیں کی۔ اُسکے دیکھنے کو مخلوقات کے دیکھنے سے کوئی برابری اور مثال نہیں، وہ دیکھنے میں کسی چیز کا مجبور و محتاج نہیں، اُسکو دیکھنے کیلئے مخلوقات کی طرح آنکھیں نہیں چاہیئے اور نہ آنکھوں کے پردے چاہیئے اور نہ

اسکو دیکھنے کیلئے سورج کی روشنی چاہیے وہ دیکھنے میں آنکھوں اور روشنی کا محتاج نہیں، وہ تو بے عیب ہے، سُبحان اللہ۔ اگر وہ دیکھنے میں آنکھوں اور روشنی کا محتاج ہوگا تو وہ خدا کیسے ہوگا؟ آنکھیں اور روشنی تو خود اس کی مخلوق ہیں، جو خود اپنی مخلوق کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہوگا؟ محتاجی تو عیب کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے سُبحان اللہ۔ اسکے دیکھنے کی کوئی حد مقرر نہیں اور نہ اُسکے دیکھنے میں کبھی کوئی کمی وزیادتی واقع ہوتی ہے، اُسکو دیکھنے کیلئے دُوربین اور آلہ کی ضرورت نہیں اور نہ عینک کی ضرورت ہے، وہ بغیر آنکھوں اور سورج کی روشنی کے تمام کائنات اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو دیکھتا ہے، دن رات دیکھتا ہے، ہر گھڑی ہر لمحہ دیکھتا ہے، اسکو کسی کام میں تھکان نہیں ہوتی اسلئے وہ دیکھنے میں بھی نہیں تھکتا، اسکو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ، وہ نیند اور اونگھ سے پاک ہے، سُبحان اللہ۔ اُسکے دیکھنے کا یہ حال ہے کہ بغیر سورج کی روشنی کے اندھیری رات میں گھٹاٹوپ اندھیرے، کالے کالے گھنے بادلوں میں سمندر کے کالے پتھر پر کالی چیونٹی کے چلنے کو دیکھتا ہے۔

وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں نہ صرف چاروں سمت بلکہ اوپر نیچے ہر طرف دیکھتا ہے، وہ مسلسل اپنی تمام مخلوقات کو دیکھتا ہی رہتا ہے، اسکے دیکھنے کی کوئی حد مقرر نہیں، وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں سمندروں کی تہ میں، زمین کے اوپر اور زمین کے اندر، آسمانوں اور آسمانوں کے اندر، سورج چاند، ستاروں، سیّاروں، انسانوں، جنّوں، فرشتوں، سب ہی کو دیکھتا ہے، اُسکے سامنے نہ صِرف یہ دنیا بلکہ ساری کائنات ایسی ہی ہے جیسے ہمارے سامنے چاول اور خشخاش کے دانے ہوتے ہیں۔ (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں)

وہ دیکھنے میں کم زیادہ نہیں دیکھتا اور نہ کبھی دھوکا کھاتا ہے اور نہ غلط دیکھتا ہے، اسکی نظر ایک ہی وقت میں آسمانوں کی مخلوق، خلاؤں کی مخلوق، ہواؤں کی مخلوق، سمندروں کی مخلوق، زمین کے اُوپر کی مخلوق، اور اندر کی مخلوق پر کائنات کا ذرّہ ذرّہ دن رات اُسکی

نگاہوں کے سامنے رہتا ہے، وہ کائنات کے کسی حصے، کسی ذرّہ، کسی مخلوق کو دیکھنے سے عاجز و مجبور و محتاج نہیں، وہ ہر مخلوق کو دیکھتا اور اُنکی ضرورتیں پوری فرماتا ہے، کائنات میں کوئی دوسرا نہیں جو ایک ہی وقت میں پوری کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو دیکھ سکے، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کمال ہے۔ الحمدللہ، ذرا غور کرو کہ اتنی بڑی کائنات کو دیکھنے اور نگرانی رکھنے کیلئے کیسی نظر اور بصارت چاہیے، وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ میں ہے کسی میں نہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا اس کائنات پر نظر نہیں رکھ سکتا، اور نہ پوری کائنات کو وقتِ واحد میں دیکھ سکتا ہے، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اُسکے دیکھنے کا تصور ہم قائم ہی نہیں کر سکتے اور نہ اُسکو سمجھ سکتے ہیں۔

اِنسان اگر غور کرے گا تو اسکو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی مخلوقات کو مختلف قسم کی خوبیوں اور کمالات سے نوازا ہے اور اسکی قدرت کے مظاہرے بہت سی مخلوقات سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

☆ ہُد ہُد کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نظر دیا ہے کہ وہ زمین کی کس تہہ میں پانی ہے اور کس تہہ میں پانی نہیں ہے معلوم کر لیتا ہے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السّلام اس کو اپنی فوج کے لئے پانی کا انتظام کرنے کیلئے استعمال کرتے تھے اور وہ منوں مٹی کے نیچے پانی کو دیکھ لیتا تھا، جب معمولی مخلوق کا یہ حال ہے تو کیا مخلوق کا خالق نہیں دیکھ سکتا؟

☆ اِسی طرح سائنس کی ترقی سے اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ ایک ایسا آلہ جس کو اکسرے (X-Ray) مشین کہتے ہیں، ایجاد کر کے انسان کے جسم کے اوپر ہی سے جسم، کپڑے، بال اور چمڑا ہونے کے باوجود اندر کے اعضاء کا فوٹو لے لیتا ہے، اور انسان کے اندر پھوڑا، زخم اور ہڈی کے ٹوٹنے کی فوٹو ظاہر کرتا ہے یا پھر ای سی جی (E.C.G.) کے ذریعہ دل کی دھڑکن کو ٹی وی پر دیکھتا ہے اور انجوگرافی کے ذریعہ بال چمڑا سب کچھ ہونے کے باوجود دوران خون کو دیکھ سکتا ہے، گویا ٹی وی کے

ذریعہ جسم کو پھاڑے اور کاٹے بغیر اُوپر ہی سے اندر کی تمام کیفیت دیکھ لی جا سکتی ہے۔ تو ذرا غور کرو، جب محتاج انسان اللہ کی دی ہوئی صلاحیت سے یہ کام کر سکتا ہے تو کیا انسانوں کا خالق سب کچھ نہیں دیکھ سکتا؟ بیشک وہ ہر چیز بغیر واسطے کے دیکھ سکتا ہے۔ انسانی جسم میں بیکٹریا ہوتے ہیں لیکن انسان کو سادی آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ وہ مشین کے ذریعہ دیکھتا اور خون پیشاب کا امتحان کر کے اُن میں جراثیم معلوم کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں سے انسان نے ریڈیو اور ٹی وی کو ایجاد کیا، اب ذرا غور کرو ایک انسان ہندوستان میں بیٹھ کر آسٹریلیا کا کرکٹ میاچ دیکھتا ہے، ایسا نہیں کہ میاچ دیکھنے کیلئے اُس کو اپنا ٹی وی پہاڑوں پر یا بلند، اُونچے اور کُھلے مقامات پر رکھنا پڑتا ہو بلکہ وہ اپنے گھر کے کمرے اور ہال میں رکھ کر لیٹے، اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے ہندوستان سے آسٹریلیا کو دیکھتا ہے۔ حالاں کہ ٹی وی کے پردے کے پیچھے گھر کی دیواریں، محلّے کی بلڈنگیں، شہر کے اطراف کے پہاڑ، جنگلات، میدان، بڑے بڑے درخت اور پھر بڑے بڑے سمندر اور ہندوستان و آسٹریلیا کے درمیان کئی مما لک پھر اُن کی بلڈنگیں، اِن تمام چیزوں کو ہٹا کر صرف آسٹریلیا کا گراؤنڈ اور کرکٹ میاچ ہی کو دیکھتا ہے، یا پھر بٹن دبا دبا کر جو ملک چاہے دیکھتا اور مختلف چینلوں کے ذریعہ مختلف مما لک کے نظارے اور حالات یعنی کہیں زلزلہ، طوفان، جنگ، اور فساد وغیرہ کو دیکھتا ہے، اور عجیب بات ہے کہ دُنیا کے کسی کونے میں کچھ ہی لمحہ پہلے کوئی واقعہ ہوا ہو اور انسان فوراً اُسی لمحہ میں ٹی وی پر سارے حالات دیکھتا رہتا ہے اور دُنیا کے کونے کونے کی کیفیت سے واقف ہوتا رہتا ہے تو ذرا غور کرو جب اِنسان اللہ کی دی ہوئی صلاحیت سے یہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے تو کیا اِنسانوں کا مالک کائنات کے تمام حالات دیکھ نہیں سکتا؟ جب انسان کو کوئی مشکل اور محتاجی نہیں تو اسکے مالک کو کیسے محتاجی رہے گی؟ بیشک وہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو ہر وقت ہر لمحہ دیکھتا رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقی دیکھنے والا

ہے، اسلئے کائنات کی ہر چیز میں پورا نظم وضبط ہے اور پوری کائنات انتہائی بہتر طریقہ و سلیقہ کے ساتھ چل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا تصوّر ظاہر و باطن میں انقلاب پیدا کرتا ہے

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے کا شعور انسان کے ذہن پر غالب آجائے اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا کامل ایمان پیدا ہوجائے تو انسان کی جلوت اور خلوت کی زندگی پر اسکے بہت گہرے اثرات پڑتے ہیں اور وہ اُجالے اور اندھیرے کی زندگی میں گناہ ونافرمانی سے بچتا رہتا ہے اور گناہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی صفتِ بصیر کا احساس رات دن اسکے جسم سے نکلنے والے اعمال پر گہرا اثر ڈالتا ہے اور اسکے اعمال صحیح ہوجاتے ہیں، دنیا میں ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کسی بڑے، امیر یا صاحبِ اقتدار شخصیت کے دیکھنے کا احساس انسان پر ہوتا ہے تو وہ غلط کام کرنے اور نافرمانی اور بغاوت کے کام کرنے سے رُکا رہتا ہے اور اپنا ہر کام اس بڑے کی مرضی کے مطابق انجام دیتا ہے (مثال رہبری کیلئے برابری کے لئے نہیں)

☆ اکثر بڑی بڑی دوکانوں، بنکوں، میں ٹی وی سٹس لگے ہوتے ہیں اور مالک یا مینجر ایک ہال میں شیشے لگے ہوئے کمرے میں بیٹھا رہتا ہے، ملازم مختلف کاؤنٹروں اور کمروں میں خدمات انجام دیتے رہتے ہیں، مینجر کے کمرے میں بنک کے ہر کاؤنٹر اور کمرے کا فوٹو آتا رہتا ہے اور وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر تمام ملازمین کی حرکتوں پر نظر رکھتا ہے۔ اب چوں کہ تمام ملازمین کو اِس بات کا احساس رہتا ہے کہ مینجر ہم کو دیکھ رہا ہے اِسلئے وہ اپنی خدمات ایمانداری کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں، وقت ضائع و برباد نہیں کرتے۔ ذرا غور کرو دوکان کے نوکر اپنے مالک کے دیکھنے کے احساس سے اپنی اپنی ڈیوٹی صحیح طریقے سے ادا کرتے رہتے ہیں۔ دُنیا کی معمولی ملازمت میں نوکر اپنے مالک کے دیکھنے کا احساس رکھ کر ایمانداری سے ڈیوٹی انجام دیتا ہے، مگر افسوس

انسان کو اپنے مالک و پروردگار کے دیکھنے کا احساس اور شعور بالکل ہی نہیں، صرف برائے نام اور بے شعوری کے ساتھ انسان یہ کہتا ہے کہ اُوپر والا دیکھ رہا ہے، تعجب ہے کہ یہ کہہ کر بھی وہ دُنیا میں فساد، قتل، وغارت گری، ناچ، گانا، بجانا، چوری، جھوٹ، دھوکا بازی، زنا کاری، ناانصافیاں وغیرہ سب کچھ کرتا رہتا ہے۔

☆ کسی محفل میں جب مہمانوں کو اِس بات کا احساس ہوجاتا ہے کہ اُنکی فوٹو گرافی کی جارہی ہے اور ویڈیو کیمرہ چل رہا ہے تو ایسی صورت میں اب ہر مہمان اپنی احتیاط کرے گا۔ مہمانوں میں اگر کوئی چور بھی ہو تو وہ بھی چوری سے احتیاط کرے گا کہ کہیں اُسکی چوری کیمرے میں ظاہر نہ ہوجائے۔ اور سب لوگ اسے دیکھیں گے۔

☆ حکومت کی طرف سے مختلف چوراستوں پر TV کیمرے لگادیئے جاتے ہیں تاکہ تیز رفتار گاڑیوں اور ٹرافک کی خلاف ورزی کرنے والوں کو کنٹرول روم کے کمرے میں دیکھا جائے، جب لوگوں کو اِس بات کا احساس رہتا ہیکہ اس علاقے میں کیمرے نصب ہیں تو لوگ وہاں غلطی کرنے سے ڈرتے ہیں اور اصول وقاعدے کے ساتھ چلتے ہیں۔

☆ ہوائی جہاز میں سفر کرنے کیلئے مسافروں کے سامان کو مشین میں دیکھا جاتا ہے اور مشین Pack پیک کیئے ہوئے سامان کو کھولے بغیر اُوپر ہی سے اندر کی چیزوں کا فوٹو ظاہر کردیتی ہے ایسی صورت میں لوگ بہت زیادہ احتیاط کرتے اور کِسی قسم کی حکومت کی منع کردہ چیزوں کو ساتھ نہیں لے جاتے اور لے جانے سے ڈرتے ہیں، ذرا غور کرو حکومت کی پولیس کے دیکھنے، پکڑنے اور سزا دینے کا احساس انسان کو ٹرافک رُولس اور ٹراولس رُولس کا پابند بنادیتا ہے اور حکومت کی فرمانبرداری میں چلنے پر مجبور کردیتا ہے مگر انسان کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس ہی نہیں، اگر احساس ہوجائے تو انسان اللہ تعالیٰ کے قانون پر چلنے کے لئے دوڑے گا اور قانون کی خلاف ورزی کرنا نہیں چاہے گا۔

☆حکومت عوام کے جلوس اور جلسوں میں پہلے ہی سے ٹی وی کیمرے اور ویڈیو کیمرے سیٹ کر دیتی ہے تاکہ عوام کو احساس ہو جائے کہ جلسہ گاہ اور جلوس کے تمام لوگوں پر پولیس نظر رکھے ہوئے ہے اگر کِسی نے بھی کوئی حکومتی قانون کے خلاف کام کیا تو کیمرے پر اسکی تصویر دیکھ کر اسکو گرفتار کرلیا جائے گا۔ لوگ ایسی صورت میں غنڈہ گردی اور فساد نہیں کرتے احتیاط کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ انسانوں کو دنیاوی حکومتوں کے دیکھنے کا تصوّر اور پکڑے جانے کا تو احساس رہتا ہے مگر خدا کے دیکھنے کا اور خدا کے پکڑنے کا احساس پیدا نہیں ہوتا، وہ دُنیا کی حکومتوں سے تو ڈرتے ہیں مگر اپنے مالک و پروردگار سے نہیں ڈرتے، صرف برائے نام مالک کے دیکھنے کا احساس دلاتے ہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا حقیقی شعور و احساس آجائے تو پھر انسان کی زندگی ہر قسم کی بداعمالیوں سے پاک ہو جائے گی اور وہ نیک و صالح زندگی گذارے گا۔

☆ایک بزرگ کے کچھ مُرید تھے، اُن مریدوں میں ایک نیا مُرید بھی شریک ہوا اور خوب محنت سے علمِ دین حاصل کرنے لگا، اور بزرگ کی صحبت میں سنت والی زندگی اختیار کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے لگا، بزرگ اس نئے مُرید کی صلاحیتوں اور محنتوں اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے اس سے بہت محبت کرنے لگے تو دوسرے مُریدوں کو نئے مُرید سے کچھ کدورت پیدا ہوگئی۔ اس چیز کو بزرگ نے محسوس فرما لیا، چنانچہ بزرگ نے اپنے تمام مُریدوں کو سبق سِکھانے اور اُن کی اصلاح کرنے کے لئے ایک دن سب کو بلایا اور ایک ایک پرندہ اُن کو دیا اور کہا کہ اُن پرندوں کو وہاں ذبح کرنا جہاں کوئی نہیں دیکھ رہا ہو، چنانچہ تمام مُرید اپنے اپنے پرندے لے کر چلے گئے، کوئی اندھیرے کمرے میں گیا، کوئی درخت کے پیچھے گیا، کوئی پتھر کے پیچھے گیا، کوئی حمام میں گیا اور کوئی کمبل اوڑھ کر پرندے کو ذبح کر دیا، نیا مُرید اپنے پرندے کو ویسا ہی بغیر ذبح کئے لے کر آگیا، جب بزرگ نے ہر ایک سے دریافت کیا تو ہر ایک نے کہا کہ ہم وہاں ذبح کئے۔ نئے مُرید سے پوچھا گیا تم کیوں ذبح نہیں کئے؟ تو نئے مُرید نے

جواب دیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ وہاں ذبح کرنا جہاں کوئی نہیں دیکھ رہا ہو، میں ہر جگہ گیا مگر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا پایا، اِسلئے ذبح نہیں کیا، اِس بات کو سُن کر تمام مُریدوں کو عقل آگئی کہ واقعی جہاں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے وہاں اللہ تو دیکھنے والا ہے اور بزرگ اس مُرید کی ذہانت کی وجہ سے ہی ہم سب میں زیادہ پسند فرماتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی بندگی اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اللہ تم کو دیکھ رہا ہے اور اگر تم سے اتنا نہیں ہو سکتا تو اِتنا ضرور خیال رکھو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، پس جب تک تم یہ نہیں جان لوگے کہ حق تعالیٰ تمام احوال اور کاموں میں دانا اور بینا ہے، گناہوں سے عذر نہیں کرسکوگے۔ اِس حدیث میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس نہ ہونے پر یہ تعلیم دی گئی کہ بندگی اور غلامی اسطرح اور اس تصوّر کے ساتھ کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، ہم اُس کو دیکھ رہے ہیں اور وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

غلام پر آقا کے دیکھنے کے مختلف اثرات پڑھتے ہیں

غلام کی ایک کیفیت تو یہ ہوتی ہیکہ وہ اپنے آقا اور مالک کو دیکھتے ہوئے اُسکی موجودگی میں اُسکے دیکھنے سے تصوّر سے اُسکی فرمانبرداری کرتا ہے، اور ایک حالت یہ ہوتی ہے کہ اسکی غیر موجودگی میں اُسکے نہ دیکھنے کے تصورّ سے کام کرتا ہے، اِن دونوں حالتوں میں غلام کی اطاعت و فرمانبرداری میں فرق ہوتا ہے اور انسان اِسکو دن رات اپنے ماحول میں دیکھتا بھی رہتا ہے۔

آقا غلام کے سامنے موجود ہو اور غلام کو یہ یقین ہو کہ اس کا آقا اس کو دیکھ رہا ہے اُس پر نظر رکھے ہوئے ہے تو اس کی اطاعت کرنے اور ڈیوٹی انجام دینے میں مالک کی مرضی اور حکم کو پورا پورا کرنے کا بھرپور خیال رہتا ہے اور وہ مکمل فرمانبرداری کرتا ہے، چنانچہ نوکر یا غلام مالک کی موجودگی اور اس پر نظر رکھنے میں غلّے سے روپیہ چوری نہیں کرتا، مال میں خیانت نہیں کرتا، جھوٹ نہیں بولتا، کام چور نہیں بنتا، آرام اور سستی نہیں کرتا، اپنے

فرائض اور ذمہ داریاں ایمانداری کے ساتھ انجام دیتا ہے اور ایک رویّہ غلام یا نوکر کا اس وقت ہوتا ہیکہ جب اسکا آقا موجود نہ ہو اور وہ اسکی غیر موجودگی میں کام کرتا ہے تو اُس حالت میں وہ غلّے سے روپیہ چوری بھی کرتا، مال میں خیانت کر کے اپنے گھر کو پہنچاتا، کام چور بن جاتا، آرام اور سستی کرتا اور اپنے فرائض اور ذمہ داریاں بے ایمانی اور سستی کے ساتھ انجام دیتا ہے، چنانچہ بہت سے غلام اور نوکر مالک کی غیر موجودگی میں دُودھ میں پانی ملا کر خود دُودھ پی لیتے ہیں، مال کو اسکے دام سے زیادہ فروخت کر کے پیسے چُرا لیتے ہیں، یا زیادہ مال فروخت کر کے حساب کم بتلاتے ہیں، چنانچہ غلام کی حالت آقا کے موجودگی اور غیر موجودگی میں الگ الگ ہوجاتی ہے یعنی مالک کی موجودگی میں جو فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ہے، اسکی عدم موجودگی میں وہ کیفیت نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں بار بار یہ تعلیم تاکید کے ساتھ دی گئی ہے کہ اے انسانو! تمہارا مالک و خالق اگر تم کو نظر نہیں آرہا ہے مگر تم سب کے سب اس کے سامنے موجود ہو۔ گویا صفتِ بصیر کی تعلیم دے کر یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ تمہارا مالک حاضر و ناظر ہے، موجود ہے وہ تمہارے ہر عمل اور ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے، اس سے غافل مت بن جاؤ اور اس کی غیر موجودگی کا احساس مت رکھو، ہر گھڑی ہر آن اس کے سامنے ہونے کا احساس رکھ کر تم دنیا میں زندگی گذارو، اور اپنے مالک کی نافرمانی مت کرو۔ چنانچہ اس احساس اور یقین کی وجہ سے انسان کی بندگی اور غلامی میں ایک خاص کیفیت اور خاص شان اور نیاز مندی پیدا ہوگی اور وہ خدا کو نہیں دیکھتے ہوئے بھی اس کا فرمانبردار بندہ بنا رہے گا اور ایماندارانہ زندگی گذاریگا، اسی لئے یہ تعلیم دی گئی کہ اگر مشاہدہ حق کا انسان کو احساس حاصل نہ ہو تو پھر اسطرح بندگی کرو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دیکھنے کا تصوّر جنّوں کو اِطاعت پر مجبور کیا

قرآن مجید میں پارہ ۲۲ سورۂ سبا میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ بیان

ہوا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت اور علم سے جنّوں کو اپنا تابع بنا رکھا تھا، جب آپؑ کے انتقال کا وقت آیا تو اُس وقت آپؑ جنوں سے بیتُ المقدس کی تعمیر کروا رہے تھے اور ایک مقام پر عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے کھڑے تعمیری کام کو دیکھتے ہوئے جنّوں پر نظر رکھے ہوئے تھے، اُسی حالت میں آپؑ کا انتقال ہوگیا مگر آپؑ کا جسم عصاء کے سہارے ہی ٹھہرا رہا اور جنوں کو اس کی خبر بھی نہیں ہوئی اور جن یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت سُلیمان علیہ السَّلام اُن کو دیکھ رہے ہیں، چنانچہ وہ مسلسل کام کئے جارہے تھے جب عصاء کو دیمک چاٹ گئی اور وہ کمزور ہوگئی تو سُلیمان علیہ السَّلام گر پڑے، تب جنوں کو معلوم ہوا کہ آپؑ کا انتقال کب کا ہوچکا۔ غور کرو حضرت سلیمان علیہ السّلام کے دیکھنے کا احساس جنوں کو کیسے آپؑ کی غلامی میں لگا رکھا۔ قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر اللہ تعالیٰ اپنے سمیع اور بصیر ہونے کی بار بار تعلیم دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ۔ (پارہ ۴ سورہ نساء آیت ۱) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تم سب کی نگرانی کر رہا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ (پارہ ۱۷ سورۂ حج آیت ۷۵)

قرآن مجید کی اسی تعلیم کی وجہ سے صحابہ اکرامؓ کو اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف ملا اور وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے اور اللہ سے صحیح معنیٰ میں ڈرنے، اللہ کا احترام کرنے والے بن گئے اور دُنیا کے سب سے اچھے اور عمدہ و اعلیٰ مثالی انسان بن گئے جن کی زندگیاں قیامت تک آنے والے انسانوں کیلئے مثال اور نمونہ ہیں۔

چرواہا کو اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے کا احساس ایماندار بنادیا

حضرت عبداللہ بن دینارؒ سے منقول ہے کہ ایک بار میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ہمراہ مکہ معظّمہ کے سفر میں تھا، ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا، پہاڑ کے دامن میں ایک غلام چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور بطورِ امتحان اس سے فرمایا کہ ایک بکری میرے ہاتھ بیچ ڈالو، چرواہا نے کہا کہ میں غلام ہوں اور یہ میرا مال نہیں ہے،

حضرت عمرؓ نے اُس سے کہا کہ اپنے مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا، اُسکو اس بات کی کیا خبر ہوگی؟ یہ سُن کر چرواہا نے جواب دیا کہ اگر میرا آقا اس بات کو نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ بے اختیار رونے لگے اور اُس غلام کو اسکے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا اے میرے بھائی اس عمدہ بات نے جسطرح تجھکو غلامی سے آزادی دی اُسی طرح آخرت میں بھی تیری نجات کا ذریعہ بنے گی۔

ماں کے مقابلے بیٹی کو اللہ کے بصیر ہونے کا احساس تقویٰ پر ڈال دیا

حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے دور میں رعایا کا حال جاننے کے لئے راتوں میں مختلف بستیوں کا دورہ کرتے اور لوگوں کے حالات معلوم کرتے تھے، ایک مرتبہ اندھیری رات میں صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے وہ ایک بستی سے گذر رہے تھے کہ اچانک اُنکے کانوں میں ایک گھر سے ماں اور بیٹی کی یہ گفتگو سنائی دی کہ بیٹی! ابھی اندھیرا ہے، اُجالا ہونے سے پہلے دودھ میں پانی ملا دے۔ امیر المومنین کو اسکی خبر نہ ہوگی۔ لڑکی نے جواب دیا، امیر المومنین اگر نہیں دیکھ رہا تو کیا امیر المومنین کا خدا نہیں دیکھ رہا ہے، کیا اسکو یہ خبر نہ ملے گی؟ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے اُس گھر پر نشان لگا دیا اور دوسرے دن اُس گھر کی ماں اور بیٹی کو بلایا اور لڑکی کیلئے اپنے بیٹے کا پیغام دیا۔ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا تصوّر انسان پر کیسی کیفیت پیدا کرتا ہے؟ اور وہ اللہ کا فرمانبردار کیسے بن جاتا ہے۔

بدترین ہے وہ شخص جو دن کے اُجالے میں تو گناہ نہ کرے مگر رات کی اندھیرے میں گناہ کرے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدترین شخص وہ ہے جو لوگوں سے تو ڈرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اس ارشاد کی تشریح اللہ والوں نے یوں

کی ہے کہ اکثر لوگ دِن کے اُجالے میں اور عوام الناس کے سامنے محض لوگوں سے ڈر و خوف اور بدنامی و بے عزتی کی وجہ سے گناہ نہیں کرتے اور اکیلے یا رات کی تنہائی میں بند کمرے کے اندر گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں ایسے لوگ بدترین لوگ ہیں، اسلئے کہ یہ لوگ دِن کے اُجالے میں خدا کے دیکھنے کا احساس ہی نہیں رکھتے، صرف لوگوں کے دیکھنے کا احساس رکھ کر گناہ سے دور رہتے ہیں

ذرا غور کیجئے دن کے اُجالے میں اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا ہے اور لوگ بھی دیکھتے ہیں اور رات کی اندھیری اور تنہائی میں لوگ نہیں دیکھتے مگر اللہ تعالیٰ وہاں بھی دیکھتا ہے، ایسے لوگوں کو صرف لوگوں کے دیکھنے کا احساس ہوتا ہے اسلئے وہ دن کے اُجالے میں تو گناہ نہیں کرتے مگر اکیلے رات کی تاریکی میں گناہ کرتے ہیں گویا اُنکے گناہ نہ کرنے کی اصل وجہ لوگوں کا دیکھنا، لوگوں کا ڈر و خوف اور لوگوں میں بدنامی کا سبب ہوتا ہے، اگر وہ اللہ کے دیکھنے کا احساس اور شعور رکھتے تو اندھیرے اور اکیلے میں جہاں لوگ نہیں رہتے مگر خدا دیکھتا ہے، گناہ نہ کرتے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اندھیرے اور اُجالے دونوں جگہ دیکھتا ہے۔ عام طور پر لوگ تو صرف دن کے اُجالے ہی میں دیکھتے ہیں، اسلئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو بدترین لوگ قرار دیا ہے جو لوگوں کو دیکھنے والا سمجھ کر لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔

اگر انسان اللہ تعالیٰ سے حقیقی معنی میں ڈرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کو بصیر جاننے والا ہو تو لوگوں کے سامنے اور تنہائی میں دونوں جگہوں پر گناہ نہیں کرتا، اسلئے کہ اسکو ہر جگہ ہر وقت، ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس رہتا ہے۔ اسلئے جتنا زیادہ انسان پر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے (بصیر) پر ایمان مضبوط ہو جائے گا تو پھر اُسکے عمل سے گناہ ختم ہوتے جائیں گے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایمان والے بندوں کو ۲۴ گھنٹے دِن رات اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے پر یقین کرنے کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا تعارُف کراتے ہوئے یہ تعلیم دے رہا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ذات حی وقیوّم ہے، ایسی زندہ اور قائم ہے کہ اُس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اُونگھ، جس کو کبھی نیند اور اُونگھ نہیں آتی وہ بھلا اپنی مخلوقات سے غافل کیسے رہ سکتا ہے، جب وہ سوتا ہی نہیں اور نیند جیسی چیز سے پاک ہے تو ہمیشہ اپنی مخلوقات پر نظر رکھے ہوئے ہے، ہر آن اور ہر گھڑی وہ اپنی مخلوقات کی سُن رہا ہے اور اُن کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے کے اثرات

اِسی طرح قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السّلام اور عزیز مصر کی بیوی کا قصّہ بیان کیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السَّلام کے اس واقعہ میں ہم کو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ عزیز مصر کی بیوی نے بُرائی کی نیت سے کمروں کے تمام دروازے بند کردیئے تاکہ کوئی دیکھنے نہ پائے اور وہاں سوائے عزیز مصر کی بیوی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے کوئی دوسرا فرد نہ تھا، مگر عزیز مصر کی بیوی کے مقابلے حضرت یوسف علیہ السَّلام پر اللہ تعالیٰ کی صفت بصیر کا اتنا زیادہ غلبہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر وخوف سے اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر زلیخا کے جال سے بچ نکلے اور اللہ کی پناہ مانگے، اللہ نے آپؑ کی مدد کی (ویسے پیغمبر اللہ کی حفاظت ہی میں ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السَّلام کے اس واقعہ سے ایمان والوں کو یہ بھی تعلیم دے رہا ہے کہ زندگی میں اگر ایمان والے بندوں پر کبھی ایسے حالات آجائیں تو وہ حضرت یوسف علیہ السَّلام کی مثال بنیں اور اکیلے میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں اور شیطان کو غالب نہ ہونے دیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السَّلام کے اس واقعہ سے ایمان والے بندوں کی تربیت فرمائی اور تقویٰ پیدا کرنے کی تعلیم دی۔

اللہ کے بصیر ہونے کا احساس دلانے سے ایمان والے پر اُسکا اثر

اِسی طرح حدیث میں بنی اسرائیل کے تین عابدوں کا واقعہ بیان ہوا، جس کا مفہوم

یہ ہے کہ وہ ایک غار میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک ایک بڑا چٹان اُوپر سے آگرا اور غار کا منہ بند ہوگیا تو تینوں نے اپنے اعمال صالحہ کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے مصیبت کے دُور ہونے اور راستہ کھولنے کی دُعا کی۔ اُن میں سے ایک عابد نے کہا کہ میں اپنی چچازاد بہن پر بہت زیادہ فریفتہ تھا مگر وہ میری طرف راغب نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ اُس پر سخت مصیبت کے حالات آئے میں نے اُسکو کچھ دینار اس شرط پر دیا کہ وہ میری خواہش پوری کرے گی۔ پھر ایک رات میں نے اکیلے میں جب اُسکا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ گھبراتی ہوئی بولی کہ اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور میری عصمت کو برباد مت کر، جیسے ہی میں نے اللہ تعالیٰ کا نام سُنا مجھ پر خوف کی کیفیت طاری ہوگئی اور میں اُس سے فوراً دُور ہوگیا، حالانکہ وہاں اُسکے اور میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ غور کرو اس عابد پر یہ ڈر اور خوف کیسے پیدا ہوا؟ صرف صفت بصیر کی وجہ سے اس نے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جانا اور بُرائی اور گناہ سے گھبرا گیا۔

اسلام ایمان والوں کو نماز، روزہ اور حج کے ذریعہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی صفتِ سمیع وبصیر کی مشق کرواتا ہے چنانچہ حالت روزہ اور حالتِ حج میں ایمان والے پر اللہ تعالیٰ کے صفت سمیع اور بصیر کی ایک خاص کیفیت طاری رہتی ہے اور وہ خاص طور پر حج کے ایّام اور حالت روزہ میں زبان کی بُرائی اور اعمال کی بُرائی سے دور رہتا ہے اسلئے ایمان والے کو نہ صرف رمضان میں بلکہ سال بھر اللہ تعالیٰ کے صفتِ سمیع وبصیر کا احساس رکھ کر زندگی گذارنا چاہیے، اِس سے انسان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ ''آنکھیں اُسکو پا نہیں سکتیں اور وہ سب آنکھوں کو پا جاتا ہے، وہ بڑا ہی باریک بین، بھید جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے''۔

(ترجمہ سورۂ انعام، آیت نمبر ۱۰۳ پارہ ۷)۔

اَلْعَلِیْمُ وَالْخَبِیْرُ

(اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز سے باخبر ہے)

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے علیم کے معنی ہیں ''ہر قسم کا علم رکھنے والا اور خبیر کے معنی مکمل جانکاری اور خبر رکھنے والا کے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفتی نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو علیم اور خبیر مان کر ایمان لانا لازمی اور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے سمیع، بصیر، علیم اور خبیر ہونے کی بار بار تعلیم دی گئی ہے اور یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اے انسانو! تمہارا مالک اور پروردگار اندھا، بہرا، اور بے خبر و بے علم خدا نہیں ہے، وہ سننے اور دیکھنے کے ساتھ ساتھ جاننے اور خبر رکھنے والا ہے۔ اس کی خدائی اندھی، بہری، مجبور و محتاج انداز کی نہیں۔

دنیا میں جو بادشاہ انسانوں پر حکومت کرتا وہ مجبور و محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنی حکومت رعایا اور ملک کی تمام چیزوں کے تعلق سے مکمل جانکاری اور علم نہیں رکھتا۔ مگر کائنات کا شہنشاہ انسانی بادشاہ کی طرح نہیں وہ تو انسانوں ہی کی نہیں کائنات کے ذرہ ذرہ کی مکمل جانکاری اور خبر رکھتا ہے کوئی چیز اُسکے علم سے باہر نہیں۔ اُسکا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

بیشک اِس عظیم الشان وسیع اور انسانی سمجھ سے باہر کی کائنات کو چلانے اور اسکے انتظامات صحیح طریقے سے کرنے کیلئے ایسے ہی مالک کی ضرورت تھی اور ہے، جسکو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہو۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہو۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں یہ صلاحیت ہی نہیں۔ اسلئے یہ کہنا پڑے گا کہ ''نہیں کوئی علیم و خبیر سوائے اللہ تعالیٰ کے'' وہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جسکو کائنات کی ابتداء سے انتہاء کا علم ہے۔ جسکو کائنات کے ماضی، حال اور مستقبل کا علم ہے۔

اگر مالک کائنات علیم و خبیر نہ ہوتا تو یہ کائنات فساد اور تباہی کا شکار ہو جاتی اور اس میں اِتنا ڈسپلن، اصول، اور ضابطہ نہ ہوتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ علم کا منبع اور خزانہ ہے۔ وہی مخلوقات کو علم دیتا ہے اس وجہ سے کائنات کے ذرہ ذرہ کو ان کی اپنی اپنی زندگی کا علم اور جانکاری مل رہی ہے۔ اور تمام مخلوقات اُسی کے دیئے ہوئے علم کی روشنی میں اپنی اپنی ذمہ داریاں بہ حسن و خوبی ادا کر رہی ہیں۔ وہ علیم ہونے کے ساتھ ساتھ علم دینے والا بھی ہے وہ چاہتا ہے کہ ہر مخلوق باقاعدہ اصول اور ضابطے سے زندگی گذارے، کسی میں بے قاعدگی، بے اصولی اور بے ڈھنگا پن نہ ہو۔ چنانچہ سوائے اِنسان اور جن کے تمام مخلوقات پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہیں اور علیم کے اشارے پر اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا مختلف قسم کا علم اُن سے ظاہر ہو رہا ہے۔

خالق کائنات کے علم سے مخلوقات کے علم کو کوئی مناسبت اور مشابہت ہی نہیں۔ اور نہ کوئی تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم کو مخلوقات کے علم سے سمجھایا جاسکتا ہے مگر صرف سمجھانے اور عقل سے قریب لانے کی خاطر کچھ مثالوں سے بات سمجھائی جاسکتی ہے، جسطرح قابل ترین انسان کے علم کے مقابلہ مچھر و مکھی کا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح خالق کائنات کے علم کے مقابلے میں مخلوقات کا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ دونوں میں ساتوں آسمانوں اور زمین کا فرق ہے۔ مخلوقات کا علم اُنکا اپنا ذاتی علم نہیں، اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور دین ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم اُسکا اپنا ذاتی اور حقیقی علم ہے۔ ساری کی ساری مخلوقات علم کو حاصل کرنے اور ہدایت کو لینے کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کی محتاج ہیں مگر اللہ تعالیٰ علم کیلئے بھی کسی کا محتاج و مجبور نہیں سوائے اسکے کوئی دوسرا مخلوقات کو علم نہیں دے سکتا۔ یہ صلاحیت کسی دوسرے میں نہیں، چنانچہ مخلوقات کا علم ناقص اور اللہ تعالیٰ کا علم کامل، مخلوقات کا علم محدود اللہ تعالیٰ کا علم لامحدود، مخلوقات کا علم عطائی اللہ تعالیٰ کا علم اسکا اپنا ذاتی اور حقیقی، مخلوقات کا علم وقتی اور اللہ تعالیٰ کا علم ابدی ہے۔

مخلوقات میں سب سے زیادہ علم اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا فرمایا ہے۔انسانوں میں سب سے زیادہ علم انبیاء علیھم السلام کو عطا فرمایا۔انسان جب پیدا ہوتے ہیں تو نہ لکھنا جانتے اور نہ پڑھنا جانتے ہیں۔ان پڑھ ہوتے ہیں۔جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں، آنکھوں،کانوں،دل ودماغ کی مدد سے مختلف قسم کا علم حاصل کرتے ہیں،پھر درس گاہوں، مدرسوں،اور کالجوں و یونیورسٹیوں کے ذریعہ استادوں اور کتابوں کی مدد سے باربار امتحانات دے کر علم حاصل کرتے ،مگر بڑی سے بڑی ڈگریاں رکھنے والا بھی اپنے علم میں کامل مہارت نہیں رکھتا۔تجربہ کی روشنی میں اپنے علم کو سُدھارتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔پھر عمر جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے انسان کے علم میں بھول اور کمی پیدا ہونی شروع ہوجاتی ہے۔اور انتقال کرنے پر اُسکا علم بھی ختم ہوجاتا ہے انبیاء علیھم السلام کو نبوت سے پہلے شریعت کا علم نہیں ملتا۔نبوت عطا ہونے کے بعد وحی کے ذریعہ علم دیا جاتا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے۔اسکو نہ علم حاصل کرنا پڑتا ہے اور نہ علم حاصل کرنے کیلئے وہ مخلوقات کی طرح آنکھ،کان،دل ودماغ کا محتاج ہے اور نہ اس کو کتابیں اور درس گاہیں چاہیے اور نہ استاد چاہیے،اسکے علم میں کمی وزیادتی نہیں ہوتی وہ خود اپنے آپ سے علم رکھتا ہے وہ تو سب کا استاد اور رہبر ہے سب اسکے شاگرد محتاج اور فقیر ہیں اسکا کوئی استاد اور معلم نہیں وہی سب کا رہبر ہے اسکو ہدایت و رہنمائی کی ضرورت نہیں اسلئے کہ وہ خود علیم،علم کا منبع اور سرچشمہ ہے۔اسکا علم قدیم ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اسکے علم میں کوئی غلطی اور خرابی نہیں اور نہ اسکو اپنا علم درست کرنا پڑتا ہے،ویسے وہ اپنی ہر صفت میں یکتا اور تنہا ہے اِس صفت میں بھی یکتا اور تنہا ہے۔انسان کو ایک من علم کو سنبھالنے کیلئے دس من عقل چاہیے۔مگر اللہ تعالیٰ کو نہ مخلوقات جیسی عقل چاہیے نہ ذہن چاہیے اور نہ حافظہ چاہیے اور نہ یادداشت چاہیے وہ یہ سب حاجتوں اور محتاجیوں سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی طرح کا کوئی نقص ہی نہیں وہ ہر طرح پاک اور مبرّہ ہے،سبحان اللہ سوائے اسکے کوئی دوسرا اس کی طرح علیم نہیں وہ تو علم کا منبع اور خزانہ ہے اور ساری کی ساری کائنات اسکی محتاج۔

اُسکے علم کی مصلحتوں کو اسکی ہدایت کے بغیر سمجھ نہیں سکتے

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعے میں یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ کے علم کی حکمتوں اور مصلحتوں کو ہر کوئی سمجھ نہیں سکتا جب تک کہ وہ خود علم عطا نہ کرے اور اُسکا علم سمندوروں کے پانی کی طرح ہے اگر ایک چڑیا اپنی چونچ میں سمندر میں سے پانی پی لے تو جسطرح سمندر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح وہ مخلوقات کو علم دیتا ہے تو اسکے علم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔مخلوقات کا علم چڑیا کی چونچ کے پانی کے برابر بھی نہیں ہے،وہ مخلوقات کو علم دیتا ہے تو اُسکے علم میں رتی برابر بھی کمی نہیں ہوتی دنیا میں ایک ماہر علم سے طلبہ علم حاصل کرکے اپنے استاد سے آگے تو بڑھ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی اللہ ہی کی طرح صاحب علم سمجھے تو وہ انسان کافر ہوجاتا ہے۔سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو بالذات اور مستقل علم والا نہ مانا اور نہ کہا جاسکتا ہے۔اسلئے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں کائنات کی تمام مخلوقات کا علم رکھنے کی صلاحیت ہی نہیں۔وہ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔اسکے علاوہ کوئی دوسرا عالم الغیب نہیں،اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی کو عالم الغیب کہا یا مانا جائے تو کفر ہے،کیونکہ کسی بھی دوسری ذات کا علم اللہ تعالیٰ جیسا مانا جائے تو یہ صفت خداوندی میں شرکت لازم آجائے گی اور یہ شرک فی العلم ہوگا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں بھی کوئی دوسرا شریک نہیں۔اسی طرح تقدیر کا انکار بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت علیم کا انکار ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو علم ہی کی بنیاد پر فضیلت ملی

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعے میں یہ بتلایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے ذریعہ سلامی دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو

فرشتوں پر جس چیز کی وجہ سے فضیلت ملی وہ علم ہی تھا۔ لہٰذا انسان دنیا میں اگر تمام مخلوقات پر اپنا شرف وفضیلت رکھنا چاہتا ہو اور اشرف المخلوقات کے مقام پر رہنا چاہتا ہو تو اُسے زیادہ سے زیادہ علم ہی حاصل کر کے عمل کرنا ہوگا۔ علم کے بغیر وہ افضل نہیں رہ سکتا، ناکارہ اور بے کار ہوگا۔ گویا انسان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفت علیم کا پرتو اور عکس بنتا ہوگا اور علم سے خالی انسانوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے علم کو ظاہر کرنا اور اُنکو تعلیم دینا ہوگا

تمام انبیاء علیہم السلام اور ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے علم کے شہکار ہیں، حضور ﷺ کسی مدرسہ کے پڑھے ہوئے نہیں تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا اظہار آپ ؐ کے ذریعہ کیا اور آپ کے ذریعہ ایسے ایسے علوم کو دنیا میں ظاہر کیا جس کی مثال دنیا کے انسان قیامت تک نہیں لا سکتے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علوم کا شہکار ہے، دنیا میں تمام کتابوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل کتاب قرآن مجید کو مانا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید کا علم رکھنے والوں کو تمام اِنسانوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ مانا جاتا ہے اور دوسرے علوم کے ماہروں کے مقابلے میں اُنہی کو عالم مانا جاتا ہے۔ یہ صرف علیم کے علم کی برکت اور فیض ہے۔ جس طرح انسان کے مردہ جسم میں روح آجائے تو وہ زندہ انسان بن جاتا ہے اُسی طرح انسانوں میں علیم کی طرف سے علم آجائے تو وہ زندہ انسان بن جاتے ہیں ورنہ وحی الٰہی کے بغیر مردہ اور بے جان رہتے ہیں اور جو انسان علیم کے علم سے فیض یاب ہوتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہی کامیاب رہتے ہیں جنّت انکا اصلی ٹھکانہ بن جاتا ہے۔ دنیا کے کسی علاقے کا بادشاہ جب بذات خود علم اور جانکاری نہیں رکھتا اور اپنے مددگاروں سے جانکاری حاصل کر کے حکومت کرتا ہے تو اس کو اکثر صحیح اور وقت پر جانکاری نہیں ملتی۔ اور عوام مختلف مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں اور ملک میں فساد ہی فساد برپا رہتا ہے۔ اور ملک تباہی و بربادی کی طرف تیزی سے چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات کا مالک اگر بذات خود جانکاری اور علم رکھنے والا نہ ہوتا تو یہ کائنات تباہ و برباد ہو جاتی اور اس میں کہیں بھی نظم وڈسپلین نہ ہوتا۔ چونکہ وہ علیم ہے اس لئے ہر چیز کی

وقت پر ربوبیت کر رہا ہے ہر چیز کی ضرورت کے لحاظ سے تخلیق کر رہا ہے اور ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے کوئی چیز اور کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں۔

علیم کے علم پر مکمل بھروسہ کرنے میں انسانوں ہی کا فائدہ ہے اُسکے علم کی سچائی کو سمجھنے کا آسان طریقہ

انسان دُنیا کا معمولی سا محدود علم رکھنے والے سائنس داں، انجینئر اور ڈاکٹر پر بھروسہ کرتے ہیں اور اُن کے علم اور معلومات کو پتھر کی لکیر مانتے ہیں اور اگر کوئی سائنس داں یہ اعلان کردے کہ فلاں علاقے میں فلاں وقت بھیانک اور خطرناک زلزلہ اور طوفان آنے والا ہے تو لوگ اُس مقام سے بھاگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے محدود اور ناقص علم رکھنے والوں پر تو بھروسہ کیا جا رہا ہے مگر حقیقی علیم جو علم کا منبع اور خزانہ ہے اور جس سے ہر ذرہ کو علم مل رہا ہے۔ اور جس نے بار بار وحی کو نازل کر کے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے حالات کو پیش کر کے حق و باطل کی تمیز دی اور صحیح اور غلط راستے کو سمجھایا اور شرک وکفر سے بچنے کی تعلیم دی اور یہ بھی بتلایا کہ وحی کا انکار کر کے زندگی گذارنے والوں کی زندگی کتنی گندی، ناپاک، اور گمراہ ہوتی ہے اور ایسے انسانوں کا حشر کیسے ہوتا ہے؟ جس کا مشاہدہ ہم کرتے ہیں انسانوں کو آفاق اور انفس میں اپنی قدرت کی بہت ساری نشانیوں کو بتلا کر غور وفکر کی دعوت دی، جسکو انسانی فطرت مانتی بھی ہے مگر پھر بھی انسانوں نے اس کے علم کو جھٹلایا آج سے سواچودہ سو سال پہلے جب کہ سائنس اتنی ترقی نہیں کی تھی، وحی کے ذریعہ ماں کے پیٹ میں وہ انسان کی کیسے تخلیق کرتا ہے، بتلایا اور آج سائنس اسکی بتلائی ہوئی ہر چیز کی تائید کر رہی ہے اور سچ مان رہی ہے۔ پھر بھی علیم کے علم پر اعتماد نہیں، اُس نے یہ بھی بتلایا کہ ہر زمانے میں اسلام اور ایمان والوں کو مٹانے کی جن لوگوں نے کوشش کی تھی وہ تو اسلام کو مٹا نہ سکے مگر وہ خود کیسے مٹ گئے۔ چنانچہ عاد وثمود کے محلات اور بنی اسرائیل اور فرعون کے علاقے اوران کا سامان آثار

قدیمہ کے ذریعہ کُھدائیوں میں نکالا جارہا ہے اور وحی کے ذریعہ یہ بھی بتلایا گیا کہ فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے عبرت کی خاطر محفوظ رکھا ہے جو آج بھی مصر کے میوزیم میں اپنی اصلی حالت میں ہی رکھی ہوئی ہے۔مگر پھر بھی علیم کے علم پر بھروسہ اور یقین نہیں۔اس نے یہ بھی بتلایا کہ وحی کو مان کر زندگی گذارنے والے کیسے پاکیزہ اور بااخلاق زندگی گذارتے اور تکالیف و پریشانی میں بھی سکون و راحت میں رہتے ہیں جس کا مشاہدہ ہر انسان کرتا ہے اس نے یہ بھی تعلیم دی کہ وہ جب کسی انسان کو بچانا چاہے اور عزت دینا چاہے اور بے حساب دولت دینا چاہے تو کوئی بھی اس انسان کو نقصان نہیں پہونچا سکتا اور اگر وہ کسی کو ذلیل کرنا چاہے، دولت سے محروم کرنا چاہے تو کوئی اسکو بچا نہیں سکتا۔اور انسان رات دن اس کا مشاہدہ کرتا ہی رہتا ہے ابوجہل، ابولہب باوجود یہ کہ قوم کے سردار اور بڑے تھے مگر ذلیل ہوئے اور انکا نام دنیا میں بُرائی کے ساتھ لیا جاتا ہے صحابہ اور بزرگان دین جو غریب تھے مگر آج بھی عزت کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں اور لوگ اُن سے محبت کرتے ہیں۔

بیت المقدس، کعبۃ اللہ اور زم زم کا کنواں اس کی کھلی نشانیاں ہیں۔اور اس نے دنیا کو یہ چیلنج دیا کہ اگر کسی انسان میں طاقت اور صلاحیت ہے تو وہ اور جن مل کر قرآن کی جیسی تین آیتیں ہی کم از کم بنا کر لائیں، مگر آج تک قرآن کے اس دعویٰ کا مقابلہ کوئی نہ کرسکا۔قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا اور آج سوا چودہ سو سال سے وہ محفوظ حالات میں ہے قیامت کے قریب بہت سارے حالات جو وحی کے ذریعہ بتلائے گئے ہیں، اُن کو ہوتا ہوا دیکھ کر بھی انسان کو عقل نہیں آرہی ہے اور وہ علیم کے علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے اور علیم کے علم پر بھروسہ نہیں کررہا ہے۔اور اتنا بھی یقین نہیں رکھتا جتنا ایک ڈاکٹر، سائنس داں اور انجینئر کے علم پر یقین رکھتا ہے۔حالانکہ کامل صحیح اور مکمل علم تو اللہ ہی کا ہے اُسی کے علم کو انسان نہیں مان رہا ہے دنیا کے ناقص اور محدود علم

رکھنے والے کی تو قدر کی جاتی ہے۔اور اُس پر بھروسہ کیا جاتا ہے اور اسکو سب کچھ سمجھا جاتا ہے اور انکے بتلائے ہوئے علم کے مطابق انسان اپنی حفاظت کرتا ہے مگر کامل، لا محدود اور حقیقی علم رکھنے والے کی اتنی قدر نہیں اور نہ اس پر اتنا بھروسہ کیا جاتا ہے اور نہ اُسکے احکام کی اتنی پابندی کی جاتی ہے حالانکہ حقیقی خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والا تو وہی اکیلا ہے۔سورہ عصر میں اس نے قسم کھا کر انسانوں کو گھاٹے اور خسارے کا احساس دلایا اور قرآن کی دوسری سورتوں میں بھی قسم کھا کر آخرت، موت اور حساب کتاب اور جنت دوزخ کے حالات کو سمجھائے، مگر پھر بھی انسان اُسکے علم سے غافل کا غافل ہے، برائے نام اسکے علم کو مانتا ہے زیادہ تر اطاعت شیطان کی کررہا ہے۔اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کے علیم ہونے سے صحیح طریقے سے واقف نہیں اگر واقف ہوجائیں تو سب سے زیادہ اُسی کی بات کو صحیح مانیں گے اور اُسی پر مکمل بھروسہ کریں گے اور اسکے ہر ہر حکم کو اپنے لئے زندگی اور اس کے حکموں کی نافرمانی کو تباہی و بربادی تصوّر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر غور کیا جائے

آیئے اب ذرا اس کے علیم و خبیر ہونے پر غور و فکر کریں کہ وہ کیسا علیم ہے؟ اُس نے کائنات بنانے سے پہلے کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک کی ساری باتوں کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔وہی اکیلا علیم ہے جس کو کائنات کی ابتداء سے انتہاء تک کا علم ہے اور وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی ہر ہر منٹ اور ہر ہر سکنڈ کی جانکاری اور خبر رکھتا ہے۔یوں سمجھے کہ لوح محفوظ اس کی پرسنل ڈائری ہے جس کو انسان تقدیر کے نام سے جانتا ہے۔اس کی پرسنل ڈائری میں جھانکنے کی کسی کو اجازت نہیں لیکن پھر بھی انسان جادو، فال، اور شیاطین کی مدد سے تقدیر کا علم معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے، جو حرام قرار دیا گیا۔اسلئے اُس میں ساری باتیں صحیح نہیں ہوتیں۔

کائنات کی تمام چیزوں کا اس نے نام رکھا ہے

اس نے کائنات کی ہر چیز کا ایک نام رکھا اور اُسی نام کی وجہ سے انسان اُن چیزوں کو اپنے ذہن کی گرفت میں لاسکتا ہے اگر نام نہ دیتا تو انسان کو علم حاصل کرنا اور چیزوں کو یاد رکھنا بہت مشکل ہوجاتا حضرت آدم علیہؑ کو سارے نام سکھانا گویا ان کو تمام چیزوں کا علم دینا ہے ۔ یہ تو بس علیم کا کمال ہے اُس نے نہ صرف چیزوں ہی کا نام رکھا، بلکہ انسانوں سے صادر ہونے والے اعمال کا بھی نام دیا اور انسانوں کو وحی نازل کر کے اچھے اور بُرے اعمال کی تعلیم دی اس نے انسانوں کے امتحان کی خاطر دُنیا میں دو قسم کا علم رکھا، ایک علم نافع اور دوسرا علم غیر نافع اور انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ علم نافع حاصل کر کے اچھے اعمال اپنے اندر پیدا کریں اور اللہ کے دوسرے بندوں کو فائدہ پہنونچائیں اور زمین پر امن وسکون کی فضاء کو پیدا کریں۔ اور علم غیر نافع سے دور رہ کر اعمال رزیلہ سے بچیں۔ اور اللہ کے دوسرے بندوں کو تکلیف نہ دیں اور زمین میں فساد برپا نہ کریں، چنانچہ جادو، فال، شیطانی علم اور شیطانی اعمال بھی علم غیر نافع سے تعلق رکھتے ہیں۔

دنیا کے مختلف علوم اور زبانیں اللہ تعالیٰ کے علم کے کمال کی نشانی ہیں

اللہ تعالیٰ کے علم پر غور کرو کہ اُس نے مختلف مخلوقات کو مختلف قسم کی بولیاں اور زبانیں عطا کر کے اپنے علم کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ وہ نہ صرف انسانوں کی بولیاں جانتا ہے بلکہ پرندوں، چرندوں، درندوں، غرض تمام حیوانات کی، تمام نباتات کی، تمام جمادات کی فرشتوں کی، جنّات کی، یعنی جاندار کی اور بے جان کی، سب کی بولیاں سنتا اور سمجھتا ہے ذرا غور کرو وہ کیسا علیم ہے؟ جو سینکڑوں زبانوں اور بولیوں کا جاننے والا ہے، اسکو انسانوں کی طرح کسی ترجمہ کرنے والے کی ضرورت ہی نہیں، دنیا میں جتنے علوم چاہیں وہ علم ریاضی ہو یا علم حساب ہو یا علم طب ہو یا علم معدنیات ہو یا علم فلکیات ہو یا علم

حیوانات، ہو یا علم نباتات ہو یا علم زراعت ہو یا علم جمادات ہو یا علم آفاق، و انفس ہو اور جس کو ہم سائنس وٹکنالوجی کا علم کہتے اور پڑھتے ہیں وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم کے مظہر اور نمونے ہیں، جو انسانوں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ تمام علوم میں سب سے بڑا، اونچا اور اعلیٰ علم، علم وحی ہے جو پیغمبروں پر نازل ہوتا اور انہی سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے کسی زبان، بولی اور کسی علم سے انسانوں کو نہ تو نفرت کرنا چاہیے اور نہ اسے حقارت سے دیکھنا چاہیے، اس لئے کہ تمام زبانیں، بولیاں اور علوم اللہ تعالیٰ کے ہیں، مخلوق کے نہیں اور ہر زبان، بولی اور علم کو سیکھنے کا شوق، رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے علم سے فائدہ اُٹھانا چاہیے اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علوم کو سیکھ رہا ہے کسی قوم یا کسی انسان یا کسی مخلوق کے علوم کو سیکھ نہیں رہا ہے۔ مگر لوگ علیم پر نگاہ نہ رکھنے اور علیم کے علم سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے تنگ نظری اور تعصب کا شکار ہو جاتے اور زبانوں اور بولیوں کو مخلوقات کی طرف نسبت دے کر زبانوں اور بولیوں سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ ہاں ہر بولی ہر زبان اور ہر علم کے سیکھتے اور پڑھتے وقت علیم کو نہیں بھولنا چاہیے۔ اور علیم ہی کے نام سے تمام علوم کو سیکھنا اور پڑھنا چاہیے۔ اور اس کی پہچان حاصل کرنا چاہیے، اگر انسانوں کی نگاہ علیم پر آجائے تو وہ تلگو، اُردو، انگریزی، ہندی، جاپانی، عربی، سنسکرت، چینی، ٹامل، پشتو، فارسی وغیرہ سب ہی زبانوں اور بولیوں کو اللہ تعالیٰ کی نشانی سمجھیں گے اور اُن سے محبت کرنے لگیں گے۔ ذرا غور کرو کہ کائنات کا مالک چینی، عربی، فارسی، اُردو، انگریزی، فرانسی، تلگو، ہندی، جاپانی، ٹامل، کنڑی، وغیرہ سب ہی زبانوں اور بولیوں کا جاننے اور سمجھنے والا ہے سائنس اور ٹکنالوجی کے ذریعہ اِنسان آج دنیا میں جتنی ترقی کر رہا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے جو سائنس دانوں، انجینئر وں، ڈاکٹروں کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اس میں انسانوں کا کمال نہیں صرف علیم کا کمال ہے۔

خالق کائنات کا علم پانی کو گھیرے ہوئے ہے

وہ ایسا علیم ہے کہ اس کو اس بات کا علم اور جانکاری ہوتی ہے کہ ابر کے لئے بخارات کس سمندر اور تالاب کے پانی سے بنیں گے اور وہ کس ملک اور علاقوں میں برسیں گے، کس ابر سے کتنے قطرے برسیں گے اور کہاں برسیں گے اور کہاں نہیں برسیں گے برسنے کے بعد کونسے پانی کے قطروں کو جانور پیئیں گے اور کونسے قطرے انسان کے حلق میں جائیں گے اور کونسا پانی نباتات کی جڑوں میں جائے گا اور کس پانی سے کھیتی ہوگی اور کس پانی سے صاف صفائی اور تعمیر کا کام لیا جائے گا۔ کس پانی سے انسانوں کو نقصان ہوگا اور کس پانی سے فائدہ ہوگا۔ کونسا پانی عذاب والا ہے اور کونسا رحمت والا ہے۔ غرض یہ کہ پانی کے ایک ایک قطرے کا علم علیم کو ہوتا ہے یہ سب علیم کے علم کا کمال ہے اس لئے کہ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کسی بھی دوسرے کو ان سب کا علم نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے میں یہ صلاحیت ہی نہیں۔

خالق کائنات کا علم نباتات کو گھیرے ہوئے ہے

اس کے علم پر مزید غور کرو، اس کو یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ کس بارش کے قطروں سے کونسے کونسے بیج میں مولکا آئیگا اور پھر ان مولکوں میں کتنے مولکے پودے اور درخت کی شکل اختیار کریں گے اور کونسے ضائع ہو جائیں گے۔ پھر ہر ہر پودے اور درخت کی عمریں کتنی ہوں گی اور اُن پودوں اور درختوں کو کتنے، پتے، ڈالیاں ہوں گی اور ہر ہر ڈالی کو کتنے پھول لگیں گے پھر اُن پھولوں میں سے کتنے پھول جھڑ جائیں گے اور کتنے پھل بنیں گے۔ اور پھر پھلوں میں کتنے پھل تیار ہونے سے پہلے گر جائیں گے اور کتنے تیار ہوں گے پھر اُن پھلوں میں کون کون سے پھل کن کن انسانوں کے پیٹ میں جائینگے اور کون کون سے پھل جانوروں کی غذا بنیں گے اور کونسے ضائع ہو جائیں گے اور کونسے پھل کیڑوں کی نذر ہو جائیں گے۔ دُنیا میں آج تک کتنے پودے اور درخت پیدا ہوئے

اور اُن درختوں اور پودوں کو کتنے پھول اور پھل لگے اور اُن کے کتنے پتے، ڈالیاں تھیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں قیامت تک کتنے درخت اور پودے اُگنے والے ہیں اور ان کو کتنے پتے، ڈالیاں پھول لگنے والے ہیں اور وہ کس کس کی غذا بنیں گے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

خالق کائنات کا علم جانوروں کو گھیرے ہوئے ہے

اسی طرح اس کو یہ علم ہے کہ دُنیا میں کونسی کونسی جنس کے کتنے جانور پیدا ہوئے۔ کتنے مر گئے اور کتنے زندہ ہیں اور قیامت تک کتنے پیدا ہوں گے۔ جانوروں میں ہر ہر چرند، پرند، درند پر کتنے کتنے پر اور بال ہیں، کونسا پر اور بال کب جھڑنے والا ہے۔ اور کونسا جانور کتنی مدت تک دنیا میں زندہ رہے گا۔ کون انسانوں کی غذا بنے گا اور کون دوسرے جانوروں کی غذا بنے گا اور کون بغیر غذا بنے مر جائے گا۔ اسی طرح کونسا جانور کتنا دودھ، انڈے دیگا اور ان کا دودھ خود اُن کے بچے کتنا پی لیں گے اور انسانوں کے بچے کتنا پیئیں گے۔ اور کس سے کتنے بچے پیدا ہوں گے اور اُن کے انڈوں میں سے کن کن انڈوں سے بچے نکلیں گے اور کن کن انڈوں کو انسان اور دوسرے جانور کھائیں گے اور کونسے انڈے ضائع ہو جائیں گے اور پھر انڈوں سے نکلنے والے بچوں میں کونسے بچے پرورش پائیں گے اور کونسے مر جائیں گے، کس جانور کا گوشت کن کن انسانوں اور جانوروں کی غذا بنے گا۔ جانوروں میں کتنے نر ہوں گے اور کتنے مادہ ہوں گے۔ یہ سب علم کائنات کے مالک کو ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں اس لئے کہ وہ علیم ہے اُس جیسا علم کسی دوسرے کا نہیں اور نہ کسی دوسرے میں اتنا علم سنبھالنے اور حاصل کرنے کی طاقت و قدرت ہے۔ اسی طرح سمندروں میں کتنی مچھلیاں ہیں۔ زمین میں کتنی چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے ہیں اور ہواؤں میں کتنی مکھیاں اور مچھر، ہیں اور جانداروں کے جسموں میں کتنے کتنے بیکٹر یا اور جراثیم ہیں اور وہ کب تک زندہ رہیں گے اور کب مر جائیں گے

اُن کی غذا کیا کیا ہے؟ ان کی ضرورتیں کیا کیا ہیں، یہ سب کچھ اس کے علم میں ہے کوئی ذرہ اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہر چیز پر اس کا علم محیط ہے، گھیرے ہوئے ہے، کس مچھر کی غذا کونسے انسان اور جانور کے خون میں ہے اور کس مکھی اور چیونٹی کی غذا کونسے پھلوں اور ترکاریوں میں ہے۔ اور کونسی مچھلی کس کا نوالہ بننے والی ہے یہ سب کچھ اس کے علم میں ہے اس لئے کہ وہ علیم ہے، اس جیسا کوئی دوسرا نہیں۔

خالق کائنات کا علم انسانوں کو گھیرے ہوئے ہے

اسی طرح اس کو یہ بھی علم ہے کہ کتنے انسان آج تک دُنیا میں پیدا ہوئے اُن میں مرد کتنے تھے اور عورتیں کتنی تھیں، اور کون کون کس عمر تک زندہ رہا؟ اور کیا کیا کام کیئے؟ اب کتنے انسان زندہ ہیں اور قیامت تک کتنے انسان پیدا ہوں گے؟ ہر انسان کا دل پوری عمر میں کتنی بار دھڑکے گا اور وہ کتنی تعداد میں سانس لے گا؟ اور کتنے پونڈ ہوا، کتنے لیٹر پانی اور کتنی کنٹل ترکاری اور غلہ اناج کھائے گا، اسکے سر اور جسم پر کتنے بال اور سوراخ ہیں؟ کون بچپن میں مرے گا، کون جوانی میں اور کون بڑھاپے میں مرے گا؟ کون کہاں پیدا ہوگا، اور کہاں اور کب مرے گا؟ ہر انسان کی موت کس کس حالت میں آئے گی۔ ہر ہر انسان کی آنکھ، کان، زبان، کس عمر سے کس عمر تک کام کرینگے اور کب اُنکی سماعت، بصارت، اور گویائی اور یادداشت ختم ہوجائیگی؟ ہر انسان کی نسل کب تک چلے گی؟ اُن میں عورتیں کتنی ہوں گی اور مرد کتنے ہوں گے؟ ہر ہر انسان کے ہاتھوں میں کتنی لکیریں ہیں غرض وہ ریگستانوں کے ریت کے ذروں سے لیکر، آسمان کے ستاروں اور سیاروں کی تعداد کا سب کچھ علم رکھنے والا ہے۔ آسمانوں کی بلندی کائنات کی لمبائی چوڑائی، کا علم صرف اُسی کو ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ **یَعۡلَمُ مَافِیۡ السَّمٰوٰتِ وَ مَافِیۡ الۡاَرۡضِ**، زمین وآسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے ال عمران۔

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرُ (التغابن) ترجمہ: اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

اُسکے علم کا یہ حال ہیکہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے ہونے سے پہلے واقف رہتا ہے، کسی عمل کے واقع ہوجانے کے بعد جاننا یہ کوئی کمال نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ عمل کے ہونے سے پہلے واقف رہے۔ چنانچہ وہ مخلوقات کے ہر حال سے واقف ہے فاصلے اور دوری یا نزدیکی مخلوقات کیلئے ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل ہمارے لئے ہے اس کے لئے نہیں۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی، یہاں تک کہ وہ دلوں کے ارادوں، نیتوں، اور بھیدوں سے تک واقف رہتا ہے۔

اِنسان کے عمل کرنے سے پہلے وہ جانتا ہے کہ فلاں انسان کیا عمل کرنے والا ہے اور فلاں عمل کس نیت اور ارادے سے کیا؟ اچھی نیت سے کیا یا بُری نیت سے کیا۔ خیالات و جذبات کے پیدا ہونے سے پہلے وہ جانتا ہے کہ کس انسان میں کس قسم کے خیالات و جذبات پیدا ہوں گے۔ اور وہ کیا کیا بات کہے گا اور کون کون سا عمل کرے گا۔ اسلئے کہ وہ علیم وخبیر ہے اس جیسا جانکاری رکھنے اور علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں۔

خالق کو اگر علم اور خبر نہ ہو تو اُسکی خدائی ناقص ہوجاتی ہے

خالق کو اپنی مخلوقات کے بارے میں ابتداء سے انتہاء تک کی مکمل معلومات اور جانکاری کا ہونا ضروری ہے اگر وہ نہ جانے تو اس کی خدائی ناقص اور محدود ہوجاتی ہے اور وہ بھی اپنی مخلوقات کی طرح محدود علم رکھنے والا محتاج ہوجاتا اور مخلوقات کے تعلق سے مجبور ہوجاتا کہ اُسے ہی نہیں معلوم کہ اس کی فلاں فلاں مخلوق کب تک زندہ رہنے والی ہے اور کیا کیا کرنے والی ہے۔ اسلئے خالق کو تمام مخلوقات کا پورا پورا علم ہونا لازمی اور ضروری ہے، تب ہی اسکی قدرت مکمل اور کامل ہوگی اللہ تعالیٰ کی قدرت مجبور ومحتاج قدرت نہیں۔ کامل اور مکمل قدرت ہے۔ اُس جیسی قدرت والا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانوں کو اپنے علیم اور خبیر ہونے کو بار بار سمجھایا ہے۔ اس لئے انسانوں کو کائنات میں غور وفکر کر کے اسکے علیم ہونے کو سمجھنا چاہیے، ویسے اُسکی

کوئی مثال اور مثل نہیں وہ زندہ ہے مگر مخلوقات کی طرح زندگی نہیں رکھتا، وہ بصیر ہے مگر مخلوقات کی طرح بصارت نہیں رکھتا، وہ سمیع ہے مگر مخلوقات کی طرح سماعت نہیں رکھتا، وہ قدیر ہے مگر ہماری قدرت کی طرح اسکی قدرت نہیں، وہ علیم ہے مگر ہمارے علم کی طرح اسکا علم نہیں، اسکی قدرت اور خدائی ہماری سمجھ سے باہر کی ہے، لامحدود صفات رکھنے والی ذات کا محدود صفات رکھنے والی مخلوق ادراک نہیں کرسکتی۔

صفات علیم وخبیر پر کمزور ایمان رکھنے یا انکار کرنے سے جھوٹ بولنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے

جب اِنسان اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقے سے علیم وخبیر نہیں مانتا، یا اسکے علیم وخبیر ہونے کی طرف سے غفلت میں رہتا ہے تو اس میں سب سے پہلے جھوٹ بولنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے اور جھوٹ کا تعلق دل کے خیالات سے ہوتا ہے انسان اپنے خیالات کو چھپا کر کچھ بھی بہانے کرسکتا ہے کوئی بھی تاویلات پیش کرکے بات بنا سکتا ہے اسی جھوٹ کی عادت کی وجہ سے جھوٹی قسمیں کھائی جاتی اور جھوٹی گواہی دی جاتی ہے اور جھوٹ کو سچ ثابت کرسکتا ہے۔ اور اپنے عمل کا غلط مظاہرہ کرکے لوگوں کو دھوکا اور فریب دے سکتا ہے

اللہ تعالیٰ کو دنیوی بادشاہوں کی طرح دھوکہ نہیں دیا جاسکتا

قرآن مجید نے کافروں اور منافقوں کے حالات اور اعمال کو پیش کرکے یہ تعلیم دی کہ (مفہوم) اے انسانو! تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دنیوی بادشاہوں کی طرح مت سمجھو کہ جسطرح دنیوی بادشاہوں کو تم جھوٹ بول کر دھوکہ دیتے، جھوٹ، فریب اور مکاری سے کام لیکر بناوٹی اعمال اختیار کرتے اور اسکو ظاہر میں دکھاوے کی فرمانبرداری کرکے دکھا کر خوش کرتے اور اسکے ساتھ ظاہر میں وفاداری کا اظہار کرتے اور غلطی پکڑ لئے جانے پر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اور کرایے کے گواہوں کو لاکر اپنے عمل کو سچا ثابت کرتے اور

بظاہر بادشاہ کے درباریوں کے ساتھ رہ کر بادشاہ اور اسکے درباریوں کے خلاف بغاوت اور نافرمانی کا پروگرام بناتے اور اسکے دشمنوں کا ساتھ دیتے ہو۔ اُسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو اور اسکے رسول کو اور مسلمانوں کو جھوٹ بول کر اور جھوٹے اعمال کرکے دھوکہ اور فریب نہیں دے سکتے۔ اسلئے کہ انسانوں کا مالک علیم بذات الصدور ہے وہ دلوں کے رازوں اور بھیدوں اور ارادوں سے تک واقف رہتا ہے وہ کوئی بے خبر اور بے علم مالک نہیں اور نہ وہ محتاج اور مجبور بادشاہ ہے کہ اسکے ساتھ مکاری اور چال بازیاں کرتے رہو، منافق اللہ تعالیٰ کو تو مانتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے صفت علیم وخبیر کی حقیقت سے ناواقف تھے۔

صفات علیم وخبیر سے ناواقفیت کی بناء پر مسجد ضرار بنائی گئی

چنانچہ منافقوں نے بظاہر ایمان کا دعویٰ کرکے مسلمانوں اور اللہ کے پیغمبر کو خوش کرنے اور اُنکی طرح اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کیلئے مسجد ضرار بنائی اور اسکے ذریعہ اُنہوں نے پیغمبر کا قتل کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کا پروگرام بنایا مگر انکی نگاہ اللہ تعالیٰ کے صفت علیم وخبیر پر نہ تھی کہ وہ ہر چیز کا نہ صرف جاننے والا ہے بلکہ ہر حرکت کا پوری پوری خبر رکھنے والا اور دلوں کا بھید بھی جاننے والا ہے۔ وہ اپنے نزدیک مسجد کو بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس شر کو کھول دیا اور بتلایا کہ یہ مسجد عبادت کیلئے نہیں شر کیلئے بنائی گئی ہے اسے جلا دیا جائے۔

چنانچہ اس واقعے سے قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ کچھ لوگ جو اسلام کو پسند نہیں کرتے بظاہر کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں رہ کر مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر قرآن کا علم حاصل کریں گے۔ عالم بنیں گے، درسگاہیں بنائیں گے۔ اور پھر اُن درسگاہوں کے ذریعہ مسلمانوں میں پھوٹ، لڑائی جھگڑے فتنہ وفساد برپا کریں گے۔ اور قرآن وحدیث کی جان بوجھ کر غلط ترجمانی کرکے، لوگوں کو گمراہ کریں گے اور اُنکے اتحاد واتفاق کو توڑیں گے اور فساد برپا کریں گے۔ ایسے تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے علیم

وخبیر ہونے کو نہ بھولنا چاہیے کہ وہ اُن کی ساری حرکتوں سے واقف ہے اور اُن کا پورا پورا حساب لے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات علیم وخبیر سے ناواقفیت کی بناء پر بی بی عائشہ صدیقہؓ پر جھوٹی تہمت لگائی گئی

اِسی طرح بی بی عائشہ صدیقہؓ پر جھوٹی تہمت لگا کر عبداللہ بن ابی منافقوں کے سردار نے بظاہر ایمان کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ کی صفات علیم وخبیر سے اپنی ناواقفیت کا اِظہار کیا۔ اور محض حضور ﷺ سے جلن اور حسد کی بنیاد پر سوچے سمجھے بغیر اور حقیقت کو جانے بغیر بی بی عائشہ صدیقہؓ پر جھوٹی تہمت لگائی اور حضور ﷺ کے وِقار کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔ اور ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی صفت علیم اور خبیر سے ناواقفیت کا اظہار کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بی بی عائشہ صدیقہؓ کی برات کو ظاہر کر کے یہ تعلیم دی کہ وہ اِنسانوں کے صرف اعمال ہی کو نہیں دیکھ رہا ہے اور نہ اُن کی صرف باتوں کو سن رہا ہے بلکہ وہ تو ہر ایک کے دل کے ارادوں اور خیالات کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس خبیث عمل کو ظاہر کر دیا اور قیامت تک آنے والے اِنسانوں کو گویا اسطرح کے جھوٹے پروپگنڈے اور جھوٹے الزامات اور تہمتوں سے دور رہنے کی تعلیم دی اور یہ بتلایا کہ انکا پروردگار سمیع وبصیر کے ساتھ ساتھ علیم وخبیر بھی ہے اس احساس کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کی پکڑ سے ڈرو۔ اور یہ بھی تعلیم دی کہ کوئی انسان دنیا میں اسطرح کے جھوٹے الزامات لگا کر تو بچ سکتا ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ سے بچ نہیں سکتا اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ ذلیل اور بے عزت کر دیا جائے گا۔

بنی اِسرائیل میں ایک شخص نے اپنے چچا کو قتل کر کے اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کو نہیں سمجھا

اِسی طرح سورۃ البقرہ کی تفصیل میں یہ بات آئی ہے کہ ایک شخص اپنے ہی چچا کو قتل

کر کے بنی اسرائیل کے دو گروہوں میں تصادم کروانا چاہتا تھا۔ اور قتل کا الزام دوسرے گروہ پر ڈال رہا تھا۔ اس کے قتل کرنے کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کے پاس مقتول کے قاتل کو پکڑنے کا کوئی ثبوت ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے قتل کو گوشت کا ٹکڑا میت پر لگا کر میت ہی کے ذریعہ قاتل کو ظاہر کر دیا اور انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ تم دُنیا میں انسانوں سے اپنے جرم کو تو بچا سکتے ہو۔ اور اپنے جرم کے گواہوں کو تو مٹا سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے، اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ انسانوں کو کسی کا قتل کرنے اور کسی کی عصمت لوٹ کر دوسروں پر الزام لگانے سے احتیاط کرنی چاہیے اگر کوئی ایسا کرے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے سے یا تو واقف نہیں یا انکار کر رہا ہے یا برائے نام علیم مانتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں لوگ بہت سارے جھوٹے مقدمات میں چوری، ڈکیتی، زنا اور قتل کے الزامات لگا کر معصوم لوگوں کو پھنسا دیتے اور مجرم بنا دیتے ہیں۔ اور دوسروں کی عزت وعفت کو برباد کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کے علیم وخبیر ہونے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

جھوٹی قسمیں کھانا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت علیم وخبیر پر نظر نہ رکھنا ہے

اِسی طرح منافقوں کا یہ حال تھا کہ مختلف موقعوں پر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنی پاک دامنی اور مسلمانیت کا ثبوت دینا چاہتے اور اکیلے میں ملتے تو کہتے کہ ہم مسلمانوں کو اور اُنکے رسول کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ کافروں کو کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں یہ حرکت وہ اسلئے کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو حقیقت میں علیم وخبیر نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انکے اس حال کو سبکے سامنے کھول دیا موجودہ زمانے میں بہت سے مسلمان پیسوں اور تنخواہ کی خاطر غیر مسلموں کے نمائندے بنکر مسلمانوں میں رہتے اور مسلمانوں کے پورے حالات سے غیروں کو آگاہی دیتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا یقین نہیں رہتا یہ منافقانہ حرکت ہے ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کو یاد رکھنا چاہیے اور اپنے اس عمل سے توبہ کرنا چاہیے۔

جھوٹی گواہی دینا اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر ہونے سے ناواقفیت ہے

منافقوں کی ایک اور صفت تھی کہ وہ جھوٹی گواہی بھی دیتے تھے اور غلط بیانی سے کام لے کر جھوٹ بولتے تھے۔ بہت سے لوگ عدالتوں اور آپس کے جھگڑوں میں جھوٹی گواہی دینے کا پیشہ اختیار کرتے ہیں اور اس کو نہ گناہ سمجھتے اور نہ اخلاق رذیلہ تصور کرتے ہیں جھوٹی گواہی بھی بہت بڑا گناہ اور شیطانی عمل ہے۔ ایسے لوگوں کی نظر اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے پر نہیں ہوتی۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کو علیم مان لے تو کبھی جھوٹی گواہی دینے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ ہمیشہ سچ اور حق ثابت کرے گا۔

اِنسان کا ظاہر و باطن کا الگ الگ ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت علیم وخبیر سے ناواقفیت کا نتیجہ

منافقوں کا ظاہر الگ اور باطن الگ ہوتا ہے وہ ظاہر میں کچھ ہوتے ہیں اور باطن میں کچھ، اسکی بھی سب سے بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کی صفت علیم سے واقفیت نہ ہونا ہے چنانچہ منافقوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کا ساتھ دینے کی خواہش ہوتی تھی اور وہ ہمیشہ اسلام کو کمزور کرنا اور کمزور دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر اسلام کی طاقت اور دبدبے کی وجہ سے بظاہر وہ مسلمانوں کے ساتھ رہتے اور مسلمانوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے، روزے رکھتے، اور اللہ کے راستے میں مال بھی خرچ کرتے تھے اور کفن دفن بھی مسلمانوں کی طرح کرتے تھے۔ جب غزوات کا وقت آتا تو مسلمانوں کے لشکر میں شریک ہوتے اور عین غز.وے کے مقام سے پہلے کسی نہ کسی بات میں اختلاف نکال کر مسلمانوں کی جماعت سے علحدہ ہوجاتے، اور علحدہ ہونے کا مقصد یہ ہوتا کہ مسلمان ہمت ہار جائیں اور جنگ نہ کرسکیں، یہ چیز بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر جان لیں تو ایسی حرکت نہیں کرسکتے۔ اسی طرح

منافقین مسلمانوں میں رہتے اور مسلمانوں کے گروہوں کو آپس میں لڑانے اور ان کے اتحاد واتفاق کو برباد کرنے کے لئے خفیہ پروگرام بناتے اور مہاجروں کے تعلق سے غلط باور کرواتے، اُنکی چغلی کرکے انصار کے دِلوں میں انصار اور مہاجر کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرانا چاہتے تھے تاکہ انکا اتحاد واتفاق ٹوٹ جائے اور وہ آپس میں لڑیں۔ یہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے جانکاری رکھنے کا احساس ہوجائے تو انسان ایسی حرکت کبھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے انسانوں کی تمام حرکتوں کو کھول کھول کر بیان کیا اور اپنے علیم وخبیر ہونے کی تعلیم دی۔

موجودہ زمانے میں بہت سارے مسلمان بھی ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود مسلمانوں کے تعلق سے انکی بربادی اور انکے اتفاق واتحاد کو توڑنے کا خفیہ پروگرام بنا کر آپس میں لڑاتے اور دشمنوں کا اندرونی ساتھ دیتے ہیں اور خاندانوں، ملکوں میں لڑائی لگا کر فساد برپا کرتے ہیں جب انسان کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی صفت علیم وخبیر ہونے پر کمزور ہوجاتی ہے تو وہ چغلی کرنے کی بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اور چغلی کے ذریعہ انسانوں کو ایک دوسرے سے دور کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے اگر وہ اللہ کے علیم وخبیر ہونے کو یاد رکھے گا تو چغلی کبھی نہیں کرے گا

اسی طرح منافق لوگ جب اپنا دنیوی نقصان محسوس کرتے تو محض دنیوی فائدوں کی خاطر دلی تمنا یہ رکھتے کہ اُن کے فیصلے یہودیوں کے پاس ہوں۔ تاکہ اُن کے حق میں فیصلے ہوجائے۔ وہ اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کروا کر اپنا نقصان ہوجانے کا دل میں احساس رکھتے تھے۔ جب ان کو یہ محسوس ہوتا کہ اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ ان کے حق میں ہوگا، تو خوشی خوشی اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کروانا چاہتے اور جب یہ اندیشہ ہوجاتا کہ فیصلہ اُن کے خلاف ہوگا تو اسلامی قانون کو چھوڑ کر یہودیوں کے پاس فیصلہ کروانا چاہتے تھے یہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اسی

طرح موجودہ زمانے میں بہت سارے مسلمان ایمان کا دعویٰ کرنے اور نماز، روزہ، زکوۃ، حج کی پابندی کرنے کے باوجود محض اپنے دنیوی مفاد اور دنیوی فائدوں یعنی مال و دولت کی خاطر دلوں میں یہ تمنا رکھتے ہیں کہ اسلامی شریعت کے مقابلہ غیروں کی عدالتوں سے فائدہ اُٹھا کر فیصلہ کرایا جائے اور اپنے مقدمات کو غیروں کی عدالت میں لے جاتے اور اپنی حق تلفی، ظلم و زیادتی کو جھوٹی اور غلط باتیں بنا کر دنیوی فائدے اٹھاتے ہیں اور بہت سارے لوگ اِسلامی قانون کے مقابلہ سیکولر قانون کو دل سے پسند کرتے اور اسلامی قانون کے مقابلہ انسانی قانون کے تحت زندگی گذارتے ہیں اور اسلامی قانون کی سختیاں اور پابندیاں اُن کے دلوں پر بہت شاق گذرتی ہے۔ انسانوں کی اس کیفیت سے اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے اس لئے کہ وہ دلوں کا چھپا ہوا حال جانتا ہے انسانوں کی یہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے پر نظر رکھنی چاہیے۔ انسانوں میں ظاہر و باطن کا ایک نہ ہونا اور الگ الگ ہونا اللہ تعالیٰ کے صفت علیم پر خبیر وایمان نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ یہ بیماری اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ تعلیم دی (مفہوم) کہ کائنات کا مالک تمہارے دنیوی بادشاہوں کی طرح مجبور ومحتاج نہیں کہ اس کو دھوکہ دے کر اور جھوٹ بول کر اپنا اُلّو سیدھا کرلو۔ یا دلوں میں اس کے خلاف خواہشات رکھ کر اس کے سامنے فرمانبرداری کے کام انجام دو تم اپنے دنیوی بادشاہوں کو تو دھوکہ دے سکتے ہو۔ اس کے پیچھے اس کے خلاف اسکیمیں بنا سکتے ہے۔ اور دل میں بُرائی رکھ کر اس کے سامنے بیٹھ تو سکتے ہیں اور اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اس کے درباریوں کو جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی وفاداری کا اظہار تو کر سکتے ہے۔ مگر کائنات کے شہنشاہ کو ویسا مت سمجھو وہ انسانی بادشاہ کی طرح اندھا، لنگڑا، بہرا، معذور اور مجبور ومحتاج نہیں وہ تو علیم بذات الصدور ہے۔ دلوں کا حال جانتا ہے تم کیا کرنے والے ہو اور کس نیت سے کونسا عمل کیئے سب کچھ جانتا

ہے تمہارے دلوں کے بھیدوں اور ارادہ سے وہی اکیلا واقف ہے وہ علیم ہی نہیں بلکہ ہر آن کی خبر رکھنے والا خبیر بھی ہے جب انسان کو کسی ذات کے تعلق سے یہ یقین ہو جائے کہ وہ ہمارے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے اور ہمارے ہر ہر حرکت کا علم رکھتا ہے اور ہمارے دلوں کے خیالات کو اور نیتوں کو تک جانتا ہے تو انسان ایسی ذات کے سامنے جھوٹ نہیں بولتا، سچ سچ بولتا ہے، دھوکہ بازی اور فریب اور دکھاوے کے کام نہیں کرتا، اس کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو پوری طرح اس ذات کے حوالے کر دیتا ہے، تو جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کو علیم اور خبیر مان کر ایمان لائے تو اس کا لازمی اور ضروری تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے اپنے ظاہر و باطن کو ایک کردے اور سچ بولے اور پوری طرح اس کے حوالے ہو جائے۔

حق بات کا چھپانا بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ ماننا ہے

اِسی طرح قرآن نے اہل کتاب کے تعلق سے یہ بتلایا کہ یہودی اور نصرانی آسمانی کتاب کی باتوں کو چھپاتے اور حق کو چھپا کر گمراہ قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی نسبت سے بیان کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے اسلام کے سچا ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کا ذکر نہ کرتے تھے۔ اور آپس میں یہ کہتے کہ تم لوگوں کے سامنے تورات، اور انجیل کی وہ باتیں جو اسلام کی تعلیمات کی تائید کرتی ہیں کیوں پیش کرتے ہو؟ اس سے اسلام کی حقانیت ظاہر ہو جائیگی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس ہم پر حجت پیش کرینگے وہ حق کے مقابلہ باطل کا ساتھ دیتے اور حق کو مٹانے کی کوشش کرتے، یہ تمام حرکتیں اللہ کو علیم وخبیر نہ سمجھنا ہے۔

کتابوں میں تحریف کرنا بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ ماننا ہے

چنانچہ یہود و نصاریٰ اپنی بات کو خدا کی بات کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے اور کتابوں میں تحریف کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے اور ان کے معنی ومطلب غلط بتلا کر غلط

راستے کی تعلیم دیتے اور کتاب کی حرام کو حلال کرتے اور حلال کو حرام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمام بداعمالیوں کو قرآن مجید میں کھول کھول کر بیان کیا۔ اور انہیں احساس دلایا (مفہوم) کہ اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر جانو۔ یہ تمہارا کیسا ایمان ہے کہ تم اپنے مالک کو ایسا مجبور اور معذور سمجھ رہے ہو جو تمہاری مکاریوں سے واقف نہیں ہوتا۔ بھلا تم سب سے چھپا تو سکتے اور لوگوں کو دھوکہ دے سکتے ہو، مگر کائنات کے مالک کو دھوکہ اور فریب نہیں دے سکتے۔ وہ تو علیم ہے اور خبیر بھی، اس سے کوئی چیز نہیں چھپائی جاسکتی اور نہ جھوٹ بولا جاسکتا ہے۔

حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو علیم نہ ماننا ہے

یہود ونصاریٰ نے اللہ کی بہت ساری حرام کردہ چیزوں کو حلال کرلیا اور حلال کو حرام اور بہت سارے احکام جو ان کو سخت معلوم ہوتے اور طبعیت کے خلاف تھے ان کو تبدیل کرکے اُن کی جگہ اپنی دلی باتوں اور خواہشات کو ڈال دیئے چنانچہ یہ عمل بھی اس بات کی علامت ہے کہ وہ اللہ کو حقیقی جاننے والا نہیں سمجھے بلکہ اپنے آپ کو جاننے والا سمجھا اور اللہ کے علیم ہونے کا گویا انکار کیا۔

اسلام نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ جو چیزیں حرام ہیں اور جو چیزیں حلال ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ تم کو گراں اور ناپسند ہوں مگر اللہ تعالیٰ کو حقیقی علیم جان کر اُنکو حرام اور حلال کی حیثیت سے قبول کرو، اس لئے کہ حقیقی علم رکھنے والا اللہ ہی ہے۔ اسکو اس بات کی پوری پوری جانکاری اور علم ہے کہ کونسی چیز تمہارے لئے بہتر اور فائدہ مند ہے اور کونسی چیز تمہارے حق میں نقصاندہ اور خراب ہے، اسلئے اللہ کو علیم مان کر اس پر مکمل بھروسہ کرکے اسکی حرام کو حرام اور حلال کو حلال جانو۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور اس نے جو احکام اور قانون دیئے اُسی میں تمہاری زندگی اور حیات ہے۔ ان کو بدل کر ان کی جگہ انسانی قانون وضوابط پر زندگی مت گذارو۔ اگر تم نے اپنے مالک کے قانون کی جگہ اپنا

قانون بنایا اور اپنے مالک کی حرام کردہ چیزوں کو اپنی مرضی سے حلال کرلیا اور اُسی پر لوگوں کو زندگی گذارنے کی تعلیم دی تو خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ تم علم رکھنے والے نہیں ہو، اور یہ تمہارے حق میں نقصان اور خرابی ہے اور اس عمل سے تم گویا اللہ کو علیم نہیں جان رہے ہو۔ اس کو علیم جان کر اُسی پر بھروسہ کرو اسلئے کہ حقیقی علم رکھنے والا علیم وخبیر اللہ ہی ہے، مگر اس کے باوجود یہود ونصاریٰ نے شراب، سود، بے پردگی، عریانیت، سوٗر کو اور بہت ساری چیزوں کو حلال کرلیا، اور حلال کو حرام کرلیا اور خدائی قانون کی جگہ انسان قانون کو اختیار کرکے ہر قسم کے فساد اور خرابیوں میں مبتلا ہوگئے اور اُن کی یہ حرکت گویا وہ اللہ کو علیم نہ ماننا اور اپنے آپ کو حقیقی جاننے والا سمجھنا ہے، جو اُن کی دنیا اور آخرت کی تباہی کا ذریعہ بنا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے غیر ضروری چیزوں کو حلال یا حرام کیا ہے۔

علم رکھ کر غرور وتکبر کرنا بھی اللہ تعالیٰ کو علیم وخبیر نہ سمجھنا ہے

اِسی طرح علم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور علم حاصل کرنے کے بعد اگر کوئی شخص اپنے آپ ہی کو جاننے والا سمجھے اور علم کی وجہ سے غرور وتکبر میں مبتلا ہوجائے تو گویا وہ اللہ کو علیم نہیں خود کو علیم سمجھ رہا ہے انسان چاہے کتنا ہی علم حاصل کرلے اس کا علم ناقص محدود ہی رہے گا اور ایک وقت کے بعد اس سے نکال لیا جائے گا۔ اس لئے ہر انسان کو علم حاصل کرنے کے بعد تواضع، انکساری اور شکر کی کیفیت اختیار کرنا چاہیے اور علم کو امانت جان کر اپنا نہیں اللہ تعالیٰ کا علم سمجھنا چاہیے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے علم کو اپنا علم سمجھا تو گویا وہ علیم کے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ کررہا ہے۔

ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کی صفات علیم وخبیر کے اثرات

ایمان والا اللہ تعالیٰ ہی کو علیم مان کر ایمان لاتا اور اُسی پر کامل بھروسہ کرتا ہے۔ اور اُس کے نازل کردہ احکام وقوانین میں اگر کوئی چیز اس کی سمجھ سے باہر کی ہو یا اس کو شاق

گذرے مگر پھر بھی وہ اپنے مالک ہی کو اپنا حقیقی خیر خواہ اور ہدایت دینے والا سمجھتا، اور اُسی کو علیم وخبیر مانتا اور اُس کی حرام کو حرام اور حلال کو حلال جان کر زندگی گذارتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بہتری اور اچھائی کیلئے جو جو چیزیں اس کے لئے نقصان دہ اور تباہ کرنے والی تھیں اُن کو حرام کیا اور جو جو چیزیں اس کے لئے فائدہ مند اور نفع بخش تھیں اُن کو حلال کیا۔ چنانچہ اِسی فکر کی وجہ سے وہ اللہ کے نازل کردہ علم میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں چاہتا، اور اس کے احکام ہی کو سب سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتا ہے اور یہ تصوّر رکھتا ہے کہ علیم کے علم کے بغیر وہ دنیا میں کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا۔ سب سے زیادہ سچا اور صحیح علم صرف علیم ہی کا علم ہے۔ وہ انسانی بنائے ہوئے قاعدے اور قانون کو گمراہ اور غلط سمجھتا ہے۔

اِسی طرح دنیا کی زندگی میں اُس پر کسی قسم کی ظلم وزیادتی، فساد اور ناانصافیاں ہوتی ہیں تو اس کے دل کو صبر وسکون اور اطمینان کی کیفیت اس کو اس بات سے ملتی ہے کہ اس کا مالک ہر چیز کو جانتا اور خبر رکھنے والا ہے وہ اس کا حساب لے گا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کا ترجمہ:۔ اے وہ (ذات پاک) جسکو نہ (اس جہاں میں یہ) آنکھیں دیکھ سکتی ہیں نہ (کسی کے) خیال وگمان کی اُس تک رسائی ہوسکتی ہے، نہ اوصاف بیان کرنے والے اس کے اوصاف بیان کر سکتے ہیں نہ حوادثِ زمانہ اس پر اثر انداز ہوسکتے ہیں، نہ گردش روزگار کا اُس کو کوئی اندیشہ ہے، جو پہاڑوں (تک) کے اوزان اور سمندروں (تک) کے پیمانے جانتا ہے اور بارش کے قطروں (تک) کی تعداد اور درختوں کے پتوں (تک) کی شمار جانتا ہے اور رات اپنی تاریکیوں میں جن چیزوں کو چھپالیتی ہے، اور دن جن چیزوں کو روشن کرتا ہے، اُن کی تعداد بھی جانتا ہے، نہ ایک آسمان دوسرے آسمان کو اس سے چھپا سکتا ہے اور نہ ایک زمین دوسری زمین کو اُس سے چھپا سکتی ہے، اور نہ کوئی سمندر اُن چیزوں کو جو اس کی تہہ میں ہیں اس سے چھپا سکتا ہے اور نہ کوئی پہاڑ اُن چیزوں کو جو اُس کے

غاروں میں ہیں اُس سے چھپا سکتا ہے، تو میری آخری عمر کو بہترین عمر (کا حصہ) بنادے اور میرے آخری اعمال کو بہترین عمل اور میرا بہترین دن اُس دن کو بنادے جس میں مجھے تجھ سے ملنا نصیب ہو۔ (کتاب حصن حصین) مولانا علامہ محمد بن محمد بن الجزری شافعی مترجم مولانا محمد ادریس شیخ التفسیر مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

وظائف

☆ اگر کوئی شخص نماز کے بعد صفت سمیع (یا سمیع) کو پچاس (۵۰) بار پڑھ کر دُعا کرے تو انشاء اللہ اُس کی دُعائیں قبول ہوں گی۔

☆ نماز جمعہ کے بعد صفت بصیر (یا بصیر) کو سو (۱۰۰) بار پڑھا جائے تو اِنشاء اللہ نگاہوں میں روشنی پیدا ہوں گی اور نیک اعمال کرنے کی توفیق ملے گی۔

☆ فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان اگر سو بار صفت بصیر (یا بصیر) پڑھا جائیگا تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو ہدایت سے منور فرمائے گا۔

☆ صفت الخبیر (یا خبیر) کو سات (۷) روز تک بکثرت پڑھنے سے اس شخص پر اسرار مخفیہ ظاہر ہونے لگیں گے اور اگر کسی موذی کے پنجے میں گرفتار ہو تو اُس سے نجات ملے گی۔

☆ جو شخص صفتِ علیم (یا علیم) کا ورد کرے گا، اللہ تعالیٰ اُس پر اپنے علم معرفت کے دروازے کشادہ فرمائیں گے۔ اور اُسکا حافظہ قوی فرمائیں گے۔

☆ ہر نماز کے بعد صفت علیم کو سو بار تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ صاحب کشف و ایمان عطا فرمائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆